کوکن کی سیر

مُرتّب: ڈاکٹر فراز حامدی

بزمِ تخلیقِ ادب پاکستان، کراچی

کوکن کی سیر

مرتب: ڈاکٹر فراز حامدی

ناشر

بزم تخلیق ادب پاکستان

پوسٹ بکس نمبر 17667، کراچی۔75300،

انتساب

میرے والد محترم

جناب ڈاکٹر حامد حسین خان طالبؔ وارثی

والدہ محترمہ آمنہ بیگم

اور

نانی محترمہ عائشہ بیگم

کے نام

جن کی بے پناہ محبتوں اور شفقتوں کے سائے میں

میری پرورش ہوئی اور جن کی دینی، علمی، ادبی اور سماجی صلاحیتوں نے

میری بھرپور رہنمائی کی

فرازؔ حامدی

ترتیب

تاریخی قطعات

علامہ شارق جمال		8
عبدالمنان طرزی		9
انور شمیم انور		10
حرف اول	ڈاکٹر فراز حامدی	11

باب اول

کوائف عمری	ساحر شیوی	16
ساحر شیوی کا ادبی و ذہنی پس منظر	ڈاکٹر مظفر حسن عالی	19

باب دوم

ساحر شیوی کے حمدیہ ماہیے	ڈاکٹر فراز حامدی	45
ساحر شیوی کے نعت رنگ ماہیے	ڈاکٹر جمیلہ عرشی	50
ساحر شیوی کے حمدیہ اور نعتیہ ماہیے	ڈاکٹر غزالہ ناروی	55

باب سوئم

ساحر شیوی، دیار مغرب میں بسنے والا ایک منفرد ماہیا نگار	عبدالقوی ضیا	61
ساحر شیوی کے ماہیوں میں اظہار و بیان کی قدرت	ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی	73
ساحر شیوی کے ماہیے، وادی کوکن کے ماہیے	علامہ شارق جمال	78
وادی کوکن کا شاعر	ڈاکٹر مظفر حسن عالی	85
اردو ماہیا اور ساحر شیوی	ڈاکٹر محمد طاہر رزاقی	96

باب چھارم منظومات :

ڈاکٹر فراز حامدی	228
نذیر فتح پوری	229
وسیم الطاف خواجہ	230
ابراہیم ذوق	231

باب پنجم تاثرات : 232 - 254

شاہد جمیل	مجتبیٰ فہیم
سید منظور الحسن برکاتی	پروفیسر احتشام اختر
ڈاکٹر مجاہد فراز	ڈاکٹر نشاط عزیز
پروفیسر شمسی طہرانی	سعید احمد خان
ڈاکٹر ناصرہ بصری	طفیل احمد خان
ڈاکٹر ولی چشتی	ڈاکٹر عبید حاصل
سیمی خان	رفیعہ مخدوم
ڈاکٹر پرواز پیکر	ڈاکٹر ارشد کمال
خوش نصیب ناظم	صلاح الدین عنبر
شکیل جے پوری	کامل جے پوری
معین شاداب	حکیم ظہور نظر صدیقی
ڈاکٹر عزیز اللہ شیرانی	میکش اجمیری
ڈاکٹر طالب دھولپوری	چراغ جے پوری
ڈاکٹر حسین انور	تبسم رحمانی
ناظمہ خوش نصیب	ڈاکٹر سیما پروین

باب ششم

ماہیے	ساحر شیوی	255

ڈاکٹر عبدالمنان طرزی ۔ دربھنگہ

فن تاریخ گوئی ماہیے کے فارم میں

جے پور سے خط آیا
تاریخی قطعہ کہہ
میں حکم بجالایا

پابند محبت ہے
طرزی جسے کہتے
اس کی یہی دولت ہے

☆

ہے درد کی اک دولت
کیوں اس کو گنوائے
دی جس نے اسے

وہ درد کا راہی ہے
کب کوئی اسے جانے
کاغذ کی سیاہی ہے

☆

وہ ساحر شیوی کی
۱۱ + ۲۶۹ + ۳۶۹ + ۳۰ = ۶۳۶
اک وادی کوکن [۱]
۲۱ + ۲۱ + ۹۶ = ۱۳۸
نغموں کی بھی زیبائی
۱۱۴۶ + ۳۰ + ۱۷ + ۳۱ = ۱۲۲۴
۱۹۹۸ء

شاعر وہ فراز آئے
۵۷۱ + ۱۱ + ۲۸۰ + ۱۱ = ۸۸۱
اک سیر [۲] گراں بھی
۲۱ + ۲۷۰ + ۲۷۱ + ۱۷ = ۵۷۹
جو ساتھ ہی وہ لائے
۹ + ۴۶۶ + ۱۵ + ۱۱ + ۴۱ = ۵۴۲
۲۰۰۲ء

[۱] ساحر شیوی کے ماہیوں کا مجموعہ مطبوعہ ۱۹۹۸ء

[۲] ”وادی کوکن کی سیر“ ساحر شیوی کے مجموعوں کا تنقیدی جائزہ، ترتیب متوقع ۲۰۰۲ء

ڈاکٹر فراز حامدی

حرفِ اول

ساحر شیوی صاحب سے میری ادبی دوستی پرانی ہے۔ ویسے بھی ہم دونوں عظیم بھارت کی سنتان ہیں لہٰذا ملی اور ملکی رشتہ کے لحاظ سے موصوف خاکسار (فراز حامدی) کے برادرِ محترم ہوتے ہیں۔ مجھ میں اور ان میں اگر فرق ہے تو بس یہ کہ خاکسار کا آب و دانہ ہندوستان میں ہے اور ساحر صاحب کا آب و دانہ کبھی افریقہ اور کبھی انگلستان میں۔ غرض یہ کہ موصوف برسوں سے ہجرتوں کے کرب میں مبتلا ہیں اور اپنی شاعری کے حوالے سے اپنے وطن کی یادوں، محبتوں اور عقیدتوں کا اظہار کر کے اپنے مضطرب دل، دماغ اور ضمیر کو مطمئن کرتے رہے ہیں۔ یعنی ساحر شیوی بہ ظاہر بہت متمول اور خوشحال ہیں لیکن بہ باطن بہت نردھن اور کنگال ہیں۔ ویسے انہیں اپنے وطن سے بہت پیار ہے، جس کے سبب انہیں ہندوستان کا ایک باوقار اور ذی شان شہری شمار کیا جاتا ہے اور یہ اعزاز بہت کم لوگوں کے نصیب میں ہوتا ہے۔ ہندوستان میں ساحر شیوی صاحب سے محبت کرنے والوں کی تعداد کچھ کم نہیں ہے، اور مجھ جیسے نہ جانے کتنے ہندوستانیوں کو ان کی حب الوطنی کے اس پاک جذبے پر ناز اور فخر حاصل ہے۔

ویسے تو ساحر شیوی کسی تعارف و تبصرے کے محتاج نہیں، وہ کوکن سے افریقہ اور پاکستان تک اور ہندوستان سے امریکہ اور انگلستان تک شہرت اور ناموری پا چکے ہیں اور اپنی خلاقانہ عظمت کا لوہا منوا چکے ہیں۔ ایک زمانے میں ساحر لدھیانوی اور ساحر ہوشیار پوری نے بڑی مقبولیت حاصل کی تھی اور ان کی تخلیقی قوتوں کا سحر ہر جگہ چھایا ہوا تھا مگر آج ساحر شیوی بساطِ سخن پر چھائے ہوئے ہیں اور پوری دنیا میں ان کی دھوم ہے۔ ادبی لحاظ سے ان کی حیثیت مسلم ہے۔ نثر و نظم میں وہ اب تک درجن بھر سے زائد کتابیں لکھ چکے ہیں، کئی معروف اور معتبر

میدانِ ماہیا میں اتر پڑے اور سرخروئی حاصل کرے، پونے تین مصرعوں میں مفہوم کو سمیٹنا اور اپنے دل کی بات دلکش پیرایہ میں کہہ دینا ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ ساحر شیوی نے بلاشبہ اپنے خوبصورت ماہیوں سے ماہیا گوئی کو وقار بخشا ہے۔ پنجابی ماہیوں کی ایک خاص خصوصیت ہے کہ ان میں پنجابی روایتیں گھلی ملی ہوتی ہیں اور ماہیے کا حقیقی مزاج موضوع میں بھی در آتا ہے۔ مگر انہوں نے مواد وموضوع کے اعتبار سے مختصر سی صنف سخن ماہیا کو بھی ایک وسیع وعریض کینوس عطا کر دیا ہے ان کے ماہیوں کے مجموعے ''وادیٔ کوکن'' میں ہر قسم کے ماہیے ملیں گے اور ہر قسم کے قاری کو آسودگی بخشیں گے۔

راقم (فراز حامدی) ذاتی طور پر ساحر شیوی کی شخصیت وفن سے متاثر رہا ہے اور ہے، خصوصی طور پر ان کے ماہیوں کے مجموعے ''وادیٔ کوکن'' میں شامل اشاعت بیشتر ماہیوں نے مجھے لطف اندوز کیا ہے جس کے پیش نظر خاکسار نے دو سال قبل ایک تنقیدی مضمون بہ عنوان ''وادیٔ کوکن کی سیر'' لکھا تھا جس کی اشاعت انڈو پاک اور بیرونی ممالک کے رسائل میں ہوئی تھی۔ وادی کوکن سے متعلق کچھ اور مضامین بھی وقتاً فوقتاً عالمی رسائل میں شائع ہوتے رہے۔ یہ مضامین بھی میرے مطالعے میں رہے ہیں۔ رفتہ رفتہ میرے ذہن میں ایک بات ابھری کہ کیوں نہ ان مضامین اور تبصروں کو ایک کتابی شکل دے دی جائے تاکہ صنف ماہیا پر لکھی گئی نثری وشعری کتابوں کی فہرست میں ایک اور کتاب کا اضافہ ہو سکے۔ ظاہر ہے کہ ماہیا نگاری کی تاریخ میں اس نوعیت کی کتاب پہلی بار اشاعت پذیر ہوگی لہٰذا اسے انفرادی حیثیت کے ساتھ اولیت کا درجہ بھی حاصل ہوگا اور اس طرح ساحر شیوی صاحب سے دوستی کا بھی تھوڑا بہت حق ادا ہو جائے گا۔

لہٰذا اس نئی کتاب کا نام خاکسار (فراز حامدی) نے ''وادیٔ کوکن کی سیر'' تجویز کیا ہے۔ واضح رہے کہ میرے مذکورہ بالا تنقیدی مضمون کا عنوان بھی ''وادیٔ کوکن کی سیر'' ہی ہے۔ اس نئی کتاب کی ترتیب وتزئین کے لیے راقم نے کچھ مضامین رسائل سے انتخاب کیے اور کچھ نئے مضامین لکھنے کے لیے ناقدین ادب کو زحمت دی گئی جنہوں نے میری التماس کو قبول کرتے ہوئے اپنے مضامین جلد ہی مجھے ارسال کیے جو اس کتاب میں شامل ہیں۔

چونکہ ساحر شیوی اردو دنیا کی قدیم وجدید بستیوں میں ہر لحاظ سے اپنی شناخت قائم

صاحب کو بھیجنا پڑا اور تاخیر سے موصول ہونے والے مضامین اور تاثرات اشاعت سے محروم رہے۔ تاہم خاکساران ناقدین ادب سے معذرت کا طلبگار ہے۔

راقم، ڈاکٹر ولی چشتی، ڈاکٹر عبید حاصل، طفیل احمد خان، چراغ جے پوری، ڈاکٹر حسین انور، ڈاکٹر طالب دھولپوری، میکش اجمیری، خوش نصیب ناظم، حضرات کا شکر گزار ہے کہ جنہوں نے اس کتاب کی ترتیب کے دوران ہر ممکن میری معاونت کی اور میرے حوصلوں کو توانائی عطا کی۔ اور آخر میں خاکسار (فراز حامدی) معروف و مشہور تخلیق کار سید معراج جامی صاحب کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری سمجھتا ہے کہ جنہوں نے ''وادئ کوکن کی سیر'' کی طباعت اور اشاعت کے دوران آنے والی دشواریوں سے مجھے محفوظ رکھا اور اپنی مساعی جمیلہ سے اسے بروقت منظر عام پر لانے میں میری بھرپور معاونت کی اور مجھے سرخروئی عطا کی۔

لمحہ موجود: اردو زبان وادب کی خدمت

ا۔ صدر، کوکن اردو رائٹرز گلڈ 1975 تا حال، ۲۔ نائب صدر، کینیا اردو سینٹر، نیروبی 1992 تا 1994۔ ۳۔ صدر، یورپین اردو رائٹرز سوسائٹی 1996 تا حال۔ ۴۔ ٹرسٹی، اردو ٹرسٹ، برطانیہ

انعامات واعزازات: ا۔ مہاراشٹر اردو اکیڈمی (صحرا کی دھوپ)، ۲۔ جشن ساحر شیوی (ڈنمارک 1998) ۳۔ صحرائے افریقہ میں اردو کا نقیب (اعزازیہ خطاب بہ زبان فیض احمد فیض) ۴۔ ادیب انٹرنیشنل گولڈ ایوارڈ (ساحر کلچرل اکادمی، لدھیانہ، پنجاب 2000ء، ۵۔ چھوٹے موٹے انعامات واعزازات کی طویل فہرست، ۶۔ مجاہد اردو ادب، اعزازیہ خطاب، ان کے مضامین سے، بخش لائل پوری، برطانیہ۔ ۷۔ امریکن بائیوگرافکل انسٹیٹیوٹ، ریسرچ بورڈ آف ایڈوائزر ایوارڈ، ۸۔ بیسٹ پوئٹ آف یورپ، اکتوبر 2002، ڈنمارک

ادبی سفر : شاعری، نیم شگفتہ (1979) وقت کا سورج (1983) صحرا کی دھوپ (1987) پردیس ہمارا دیس [کینیا کے تین شعرا کے کلام کا انتخاب] (1989)، سلسلہ منتشر خیالوں کا (1991) پانچواں آسمان (1994) ابھی منزل نہیں آئی (1996) وسیلہ نجات [نعتیہ/حمدیہ کلام] (1998) وادی کوکن [ماہیے] (1999) کوکن کی خوشبو [ہائیکو] (2002)

نثری تخلیقات: ترتیب کار (ا) سات سمندر کا شاعر، بدیع الزماں خاور (1988) (۲) متعلقات کالی داس گپتا رضا [رضا صاحب پر میرے تحریر کردہ مقالات]) ، (۳) کالی داس گپتا رضا شخص اور شاعر (2000) (۴) کیج برڈ [افسانوں کا مجموعہ] (2002) (۵) مجلّہ ملینیم اردو کانفرنس، برطانیہ (2000) (۶) دوہے میرے کوکن کے [دوہے] (زیر طبع) (۷) ...... کے نغمے [مجموعہ کلام] (زیر طبع)

ڈاکٹر مظفر حسن عالی

ساحر شیوی کا ادبی و ذہنی پس منظر

کوکن مہاراشٹر کا مردم خیز علاقہ ہے۔ زمانۂ قدیم سے ہی یہاں کے باشندوں کا علم وفن اور شعر و ادب سے گہرا اور بنیادی رشتہ ہے۔ قطب کوکن حضرت مخدوم علی فقیہ ماہمی اور حضرت قاضی علی سنگمیشوری علیہ الرحمہ کے علمی و ادبی کارنامے چھٹی صدی میں کافی مشہور ہو گئے تھے [۱]۔ منشی محمد ابراہیم مقبہ انیسویں صدی کے صاحب تصنیف بزرگ گزرے ہیں۔ ان کی ایک اہم تصنیف ''تعلیم نامہ'' (حصہ اول و دوم) پنجاب اور یوپی کے صوبوں میں بطور نصاب شامل تھی۔ موصوف فارسی و عربی کے مستند عالم تھے۔ اردو کے علاوہ مراٹھی اور گجراتی میں بھی آپ کی اہم خدمات رہی ہیں۔ مدرسہ محمدیہ (موجودہ محمدیہ ہائی اسکول) کے بانی، انجمن اسلام کے محرک جناب محمد حسین روگھے، قاضی محمد یوسف مرگھے، قاضی غلام حسین مہری وغیرہم جیسے عالم و فاضل اور نثر نگار کوکن کی سرزمین سے ابھرے۔ کوکن بالخصوص ممبئی کے کئی نامور خاندان تنکیر، قور، جیتیکر، کھتکھٹے، خطیب وغیرہ سماجی خدمات اور اردو ادب کے فروغ کے لیے مشہور تھے۔ [۲]

قاضی قاسم مہری اردو اور فارسی دونوں زبان میں شعر کہتے تھے۔ ''بیاضِ قاسم'' کے نام سے ان کا ایک شعری مخطوطہ دستاب ہے جس میں کئی غزلیں، قطعے، رباعیاں اور قصیدے بھی ہیں۔ موصوف نے ''عروس المجالس'' کے نام سے ایک طویل مثنوی بھی قلمبند کی جس میں سرکارِ دو عالم ﷺ کی سیرتِ طیبہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ مجالس ربیع الاول کی پہلی تاریخ سے بارہ تاریخ تک پڑھی جاتی تھیں۔ آج بھی کوکن کے کئی مضافات میں یہ رواج باقی ہے۔

قاضی صاحب موصوف نے ''چہل حدیث'' کے عنوان سے چالیس حدیثوں کا

یہ خیال کیا جاتا ہے کہ انہوں نے انتہائی سلیس اور بامحاورہ زبان استعمال کی ہے۔ فقیہ باپومیاں اندریکر کی مثنوی ''روضۃ البکا'' بھی کافی مشہور ہے۔ موصوف نے مذکورہ مثنوی میں واقعہ کربلا کے المناک حادثے کا بڑے رقت آمیز انداز میں ذکر کیا ہے۔ یہ مثنوی ۱۲۱۵ھ میں دسویں مجلس غلام علی مہر نے مکمل کی۔ مذکورہ مثنوی تقریباً ۹۴۰۹/اشعار پر مشتمل ہے۔

فقیہ نے ۱۳۹ اشعار پر مشتمل ایک دوسری مثنوی ''حادثہ آتش زدگی در بمبئی'' کے عنوان سے لکھی [۶]۔ کہا جاتا ہے کہ ۱۲۱۷ھ (مطابق ۱۸۰۳ء) میں بمبئی کے فورٹ علاقے میں زبردست آگ لگی۔ اس علاقے میں آتشیں اسلحہ جات کا زبردست ذخیرہ تھا۔ خوش قسمتی سے آگ پر بروقت قابو پالیا گیا۔ اس آگ کا ذکر فقیہ نے بڑے موثر انداز میں کیا ہے۔

او سلگی آگ جو آتش کدہ تھی　　زباں شعلے کی نارموقدہ تھی
اناروں کے نمط جلتے تھے شعلے　　گویا سلگے تھے سب آتشیں کے چولے
دھواں اس طرح سے ہر سو رواں تھا　　زمین و آسمان جس میں نہاں تھا
گویا نمرود کی آتش کا تھا دُود
کیا جن نے ہزاروں کاخ نابود

فقیہ کی ایک اور مثنوی ''مسمارگی شہر بمبئی'' کا بھی ذکر ملتا ہے۔

محمد یوسف مرگھے، فقیہ اوندریکر اور ابراہیم مقبہ کے ہم عصروں میں انتولے خاندان کے شاعر نصرت قاضی کا نام بھی آتا ہے۔ نصرت کے شعری سرمائے میں ایک مثنوی، غزلیں اور کئی قصیدے یادگار ہیں۔ ان کے اشعار کے مطالعے سے ان کے قادرالکلام شاعر ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ ''قصیدہ تاراجی بمبئی'' ان کی ایک مشہور مثنوی ہے جس میں ۴۹ اشعار شامل ہیں۔ چند اشعار بطور یادگار پیش ہیں ۔

الایا ساکنانِ شہر بنیاد　　فلک کج رو کرے کیوں دیکھ برباد
بوقت عامل ڈنکین جنرال　　کیا ہے گا عمارت دیکھ پامال
مہہ شوال کا غرہ جو آیا　　سبھوں غربا کے اوپر رجز لایا
پھرایا حکم دے کر بار تھالی　　مکاں کو جلد سے کرنا ہے خالی
بہت عالم نے عرضیوں کو کراکر　　دیے جنرال کی مٹھی میں جا کر

اس دور کے رسم و رواج پر طنز کیا گیا ہے۔

منشی بدرالدین دھامنکر جو غالب تخلص کرتے تھے اور مولانا عبدالشکور کوکاٹے بھی اردو فارسی میں شعر کہا کرتے تھے۔ ان حضرات کا تعلق ضلع رتنا گیری کے دھامن دیوی قصبہ سے تھا۔ بعد کے دور میں علامہ سیماب اکبر آبادی اور مولانا ابڑاحسنی گنوری کی رہنمائی اور سرپرستی میں بانکوٹ شعر و شاعری کا مرکز بنا۔ عارف سیمابی بانکوٹی، جرمن پرکار، صوفی بانکوٹی، شاکر بانکوٹی، بدیع الزماں خاور، اسماعیل محشر، راہی بانکوٹی اہم شعرا ہیں جنہوں نے بانکوٹ کی سرزمین کو شعر و ادب کا گہوارہ بنا دیا۔ آزاد نوحی توڑیلوی کو نوح ناروی سے شرفِ تلمذ حاصل رہا۔ ان کا شعری مجموعہ ''برگِ آوارہ'' منظر عام پر آیا۔ [۱۰]

ان کے علاوہ کوکن کے دیگر علاقے بھی شعر و شاعری اور ادب نوازی میں آگے نظر آتے ہیں۔ قیصر رتنا گیروی، مہر مہسلائی، ساقی توڑیلوی، اختر راہی، فیضی نظام پوری، عارف احمد جی، ابراہیم خاں طالب کا شمار بزرگ شعرا میں ہوتا ہے۔ ان کے بعد آنے والی نسلوں میں پرکار رتنا گیروی، یعقوب راہی، قاضی فراز احمد، صفدر رتنا گیروی، نوکل بھارتی، مغل اقبال اختر، شاکر سوپاروی، محمود الحسن ماہر، عابد کالستوی، واحد محسن، عبدالمجید شاغل، ساغر ملک، پرویز باغی، شاداب رتنا گیروی، رضا قیصری، سعید کنول اور مضطر جے گڑھی نے شعری روایت کو مزید توانائی بخشی اور اس گلشن میں نئے گل بوٹوں کا اضافہ کیا۔

علامہ سیماب اکبر آبادی کے اہم شاگردوں میں مولانا حکیم بدیع الزماں قمر نعمانی سہسرامی کی خدمات بھی ناقابل فراموش ہیں۔ کوکن کے علاقے میں موصوف کے شاگردوں کی اچھی خاصی تعداد بتائی جاتی ہے۔ ہم نے اپنے تحقیقی مقالہ ''قمر نعمانی، شخصیت اور فن'' (مطبوعہ ۲۰۰۰ء) میں آدم نصرت (تلمیذ قمر نعمانی) کے حوالہ سے لکھا تھا کہ ''کوکن کے علاقے میں قمر نعمانی کے شاگردوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے...... آپ کی خالص ادبی خدمات کے بارے میں اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ راقم الحروف بہ آدم نصرت خود اور پروفیسر داؤد گازی ان درجنوں تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے مولانائے موصوف سے اصلاح لی اور اپنے دامن ذوقِ ادب کو سنوارا اور اردو کی خدمت کی'' [۱۱]۔ ان کے علاوہ قمر کے تلامذہ میں ساحر شیبوی، قیاس کھیڈنگری، انجم عباسی اور وفا راجے واڑی نے شعری ادب میں قابل قدر اضافے کیے۔

کوکن کے چند اہم شعرا جن کے شعری مجموعے منظر عام پر آ چکے ہیں، مختصر تعارف کے ساتھ نمونہ کلام پیش ہے:

پروفیسر داؤد غازی:

داؤ غازی شیو، ضلع رتنا گیری کے باشندہ تھے۔ انہیں مولانا قمر نعمانی سہسرامی سے شرفِ تلمذ حاصل تھا۔ بلا کے ذہین اور خوش فکر شاعر تھے، جس کا اعتراف قمر نعمانی کو بھی تھا۔ مگر افسوس کہ عمر نے وفا نہ کی اور عین عالم شباب میں ۳۱ر سال کی عمر میں ۵ر نومبر ۱۹۶۳ء کو مالک حقیقی سے جا ملے۔ ان کی وفات کے بعد ان کا مجموعہ کلام استاد کی نظر ثانی کے بعد ''وقت کی صدیاں'' کے نام سے کوکن اردو رائٹرز گلڈ نے ۱۹۷۰ء میں شائع کیا۔

داؤد غازی مرحوم قمر نعمانی کے دیگر تلامذہ میں بہتر کہتے تھے۔ قمر نعمانی بھی ان کی قدر کرتے اور کہتے تھے کہ ''میرے وابستگان میں بھی تو ایک بلا کا ذہین شاعر ہے'' [۱۵]۔ جب ان کا کلام مجموعے کی شکل میں منظر عام پر آیا تو ادبی حلقے میں اس کی بے حد پذیرائی ہوئی:

خیالِ یار سے کرتے ہیں صبح کا آغاز — امیدِ یار کے سائے میں شام کرتے ہیں
چلو کہ مل کے مداوائے غم کریں ہم لوگ — ہے سب کو ایک ہی غم، بیش و کم کی بات نہیں
اس شب کو خامشی سے گزارو نہ دوستو! — ٹھہرا ہے کارواں تو کوئی بات ہی چلے
حیات ساتھ میں لائی ہے موت کا ساماں — کسی نے ہم سے بہت خوب دل لگی کی ہے

(وقت کی صدیاں)

اختر راہی:

اختر راہی ضلع رائے گڑھ کے ایک گاؤں مور با میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۵۱ء سے بمبئی میں سکونت اختیار کی اور یہیں کے ہو رہے۔ اس وقت ترقی پسند تحریک زور پر تھی جس کا اثر راہی پر بھی ہوا اور وہ اس تحریک سے وابستہ ہو گئے۔ ابھی چند سال قبل ۱۹۹۸ء میں انتقال کیا۔ ان کی پہلی کتاب ''ابن آدم'' کے نام سے شائع ہوئی اور حال ہی میں پس از مرگ شعری مجموعہ ''ایک قطرہ ایک سمندر'' کے نام سے منظر عام پر آیا ہے۔ ذیل میں چند اشعار بطورِ نمونہ پیش ہیں:

میں زخمی ہی سہی لیکن مجھے للکار کر دیکھو — اکیلا ہوں مگر خنجر بکف گھر گھر سے نکلوں گا
آوارہ کر دیا مجھے اپنی تلاش نے — ورنہ خدا کا گھر مرے گھر کے قریب تھا

رات ڈھل جاتی ہے اور سورج نظر آتا نہیں جب مرے پہلو میں خاور صبح تک سوتا ہے چاند
دیکھا چہروں کو تو سورج کی طرح روشن تھے دل میں جھانکا تو وہاں گھور اندھیرا نکلا

کوکن میں اردو شعر و ادب کے ارتقائی سفر کو منزل کی طرف گامزن کرنے میں کوکن اردو رائٹرز گلڈ کی خدمات بھی انتہائی اہمیت کی حامل ہیں۔ کوکن کے بے لوث مخلص خدمت گار اور شاعر جناب ساحر شیوی کی تحریک اور ذاتی مالی تعاون سے ۱۹۶۸ء میں اس ادارے کا قیام عمل میں آیا۔ گلڈ کے بنیادی اور ترجیحی مقاصد میں کوکن کے اردو ادبا و شعرا کی ہمت افزائی اور ان کی ادبی خدمات کو اردو دنیا سے متعارف کرانا تھا۔ ۱۹۷۰ء میں اس پروگرام کے تحت ادارے نے داؤد غازی مرحوم (تلمیذ قمر نعمانی سہسرامی) کا شعری مجموعہ ''وقت کی صدیاں'' زیورِ طبع سے آراستہ کرایا۔ تاہم یہ ادارہ زیادہ روز سرگرم نہ رہ سکا۔ کچھ احباب کی بے نیازی اور آپسی کشمکش کے باعث اس پر جمود طاری ہو گیا اور کوئی دوسری کتاب منظر عام پر نہ آ سکی۔ تاہم ساحر شیوی نے جو اُن دنوں مشرقی افریقہ میں مقیم تھے، ہمت نہیں ہاری اور اس پیدا شدہ تعطل کو ختم کرنے کے لیے وہ ہمہ وقت مصروف اور منہمک رہے۔ بالآخر موصوف کی کوششیں بار آور ہوئیں اور ۱۹۸۰ء میں کینیا (مشرقی افریقہ) کی راجدھانی نیروبی میں از سر نو ادارے کو مستحکم بنیادوں پر قائم کیا گیا اور اس کے بعد سے اب تک چھتیس شعری، ادبی، تحقیقی اور تنقیدی کتابیں منظر عام پر آ چکی ہیں [۱۹]۔ گلڈ کے اس کارنامے کو کوکن کی تاریخ کے ایک روشن باب کی حیثیت سے دیکھا جانا چاہیے۔ ممبئی میں اس گلڈ کی ذمہ داریاں ۱۹۸۰ء کے قریب بدیع الزماں خاور کو سونپی گئیں۔ بعد میں ڈاکٹر یونس اگاسکر اور انجم عباسی نے اس کے انصرام کی ذمہ داریاں قبول کیں۔

ساحر شیوی ۲۹ رمئی ۱۹۳۶ء کو شیو، ضلع رتنا گیری میں پیدا ہوئے۔ والدہ نے ان کا نام عبداللہ رکھا اور پورا نام عبداللہ محمد پالیکر ہے اور لقب ''مقدم'' وطن مالوف ''شیو'' کی مناسبت سے یائے نسبتی لگا کر اپنے تخلص ساحر کے ساتھ شیوی کا استعمال کرتے ہیں۔

ساحر شیوی کے آبا و اجداد ''ٹیم پالا'' کے رہنے والے تھے۔ یہ گاؤں مہاڈ (ضلع رائے گڑھ) سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ آج سے تقریباً ایک صدی قبل ساحر کے آبا و اجداد ٹیم پالا سے ہجرت کر کے شیو میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ اہل کوکن کی یہ قدیم

کا ذریعہ تعلیم مراٹھی زبان تھی۔ ساتویں جماعت کے بعد اردو میڈیم اسکول نہیں تھے۔ مراٹھی میڈیم کے ذریعہ تعلیم کا جاری رکھنا ساحر کے لیے دشوار معلوم ہوا لہٰذا وہ وہاں سے واپس اپنے گاؤں شیو آ گئے۔ ان کے ایک مہربان عزیز (جواب ان کے خسر ہوتے ہیں) نے ایک سال کے لیے تعلیمی سرپرستی قبول کرتے ہوئے سال بھر کا خرچ دے کر انہیں داپولی روانہ کر دیا۔ وہاں ساحر شیوی کو آٹھویں جماعت میں داخلہ مل گیا اور امتحان میں کامیاب بھی ہو گئے۔ اب نویں جماعت کے لیے داخلے اور اس کے اخراجات کا مسئلہ تھا۔ ان دنوں ساحر کے چچا ممبئی پولیس میں ملازم تھے۔ ان کی ہدایت کے مطابق ساحر کو ''فروس'' (Faroos) بھیج دیا گیا جہاں ساحر نے بڑی مشکلوں اور پریشانیوں میں دن گزارے۔ کسی طرح نویں جماعت کا امتحان پاس کیا۔ اُدھر چچا نے مزید اخراجات برداشت کرنے سے انکار کر دیا تو بادلِ ناخواستہ ساحر اپنے چچا کے پاس واپس ممبئی آ گئے اور خواجہ خان محمد حبیب ہائی اسکول میں دسویں جماعت میں داخلہ لے لیا۔ ممبئی میں چچا کے ساتھ ان کا رہنا ان کو راس نہ آیا۔ ابھی چھ ماہ ہی گزرے تھے کہ خانگی جھگڑے اٹھ کھڑے ہوئے۔ چچا نے بھتیجے کا ساتھ چھوڑ دیا۔ بالآخر ساحر چھ ماہ گزار کر بمبئی سے واپس شیو آ گئے۔ ہر طرف تاریکی ہی تاریکی تھی۔ اپنے بھی منہ موڑ چکے تھے۔ کوئی ساتھ دینے والا نہ تھا۔ ساحر مایوسیوں اور حرماں نصیبی کے عالم میں گھرے دل شکستہ، غم زدہ تھے کہ ایسے میں ان کے ایک رشتے کے ماموں عبدالرحمٰن محی الدین خان مہاڈک نے ان کی دستگیری کرتے ہوئے انہیں داپولی میں اس سال کے ششماہی امتحان کے بعد اینگلو اردو ہائی اسکول (موجودہ نیشنل ہائی اسکول) میں دسویں جماعت میں داخل کروا دیا جہاں سے ساحر نے دسویں اور گیارہویں جماعت (اس زمانے کا میٹرک) کا امتحان ۱۹۵۳ء میں پاس کیا...... یہ تھی ساحر شیوی کے تعلیمی دور کی روح فرسا روداد۔ میٹرک سے آگے کا تعلیمی سفر جاری رکھنا ساحر کے لیے دشوار ہی نہیں ناممکن بھی تھا اور ہوا بھی یہی۔

ساحر کو میٹرک تک پہنچنے میں چاہے جن دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا ہو، تاہم انہیں اس سفر میں ایسے اساتذہ ملتے گئے جن کے زیر نگرانی ان کی اردو فارسی کی بنیادی تعلیم ٹھوس اور مستحکم ہو گئی۔ جن اساتذہ سے ساحر نے اردو فارسی کی تعلیم حاصل کی ان میں اسماعیل دلوی اور شرف کمالی بطور خاص ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنی مادری زبان کوکنی پر اردو کو ترجیح دی

مشاعرہ ہوا جس میں انہوں نے اپنی زندگی کی پہلی غزل پڑھی۔ وہ غزل کیا تھی، زیادہ تر تک بندی تھی۔

ساحر شیوی نے اپنی شعر گوئی کی ابتدا کا ذکر کرتے ہوئے ایک مکتوب میں راقم کو تحریر کیا تھا: (مورخہ ۲۴ر ستمبر ۱۹۸۴ء)

''جب میں نے اپنی پہلی غزل کہی، یہ غزل میں نے اصلاح کی خاطر مولانا ابر احسنی گنوری اور استاذی قبلہ قمر نعمانی مرحوم کی خدمت میں بھیج دی۔ ابر صاحب نے غزل یہ لکھ کر واپس کردی کہ ''میرے پاس ایسی غزلوں پر اصلاح دینے کے لیے وقت نہیں ہے''۔ استاذی مرحوم قبلہ قمر نعمانی نے اس غزل پر اصلاح دی۔ گو غزل مطلع سے لے کر مقطع تک سرخ روشنائی سے حلال کردی گئی تھی، لیکن انہوں نے ہمت افزائی فرمائی اور تحریر فرمایا: ''ساحر صاحب! آپ لکھتے رہیے اور مشق سخن جاری رکھئے۔ ایک دن آپ اچھے شعر کہنے لگیں گے''۔

ساحر کی مذکورہ غزل ان کے پہلے مجموعہ کلام ''نیم شگفتہ'' میں شامل ہے۔ ساحر شیوی ابتدا میں نصرت تخلص کرتے تھے۔ ان دنوں قمر نعمانی کے حلقہ تلامذہ میں ایک آدم نصرت پہلے سے موجود تھے جن کا تخلص نصرت تھا۔ چنانچہ قمر نے ساحر کو مشورہ دیا کہ تم نصرت کی بجائے اپنا تخلص ساحر رکھو۔ چنانچہ استاد کے کہنے پر نصرت سے ساحر ہو گئے۔

اس طرح ۱۹۵۱ء میں ساحر قمر نعمانی کے حلقہ تلامذہ میں شامل ہو گئے۔ اپنی شاگردی کا فخریہ اظہار اپنے ایک مکتوب میں اس طرح کرتے ہیں:

''......میری شاعری کے ابتدائی زمانے میں اگر قبلہ مرحوم مجھے اپنے گلے نہیں لگاتے تو آج یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ جو کچھ میں ادبی دنیا میں جانا پہچانا جاتا ہوں یا جو کچھ میری قدر ہے مولانا کی مرہونِ منت ہے''۔ (اقتباس مکتوب ساحر بنام راقم الحروف مورخہ ۲۴ر ستمبر ۱۹۸۴ء)

ساحر شیوی جب تک بمبئی میں رہے، قبلہ قمر نعمانی سے اصلاح لیتے رہے۔ کینیا (افریقہ) جانے کے بعد بھی مراسلت کے ذریعے مشورۂ سخن کا سلسلہ جاری رہا۔ وہ پہلی غزل جسے اصلاح کے لیے بھیجی تھی اس کا مطلع تھا:

بگڑا ہوا ہے سارے جہاں کا چلن ابھی　　بدلے گا کیا روش نہ یہ چرخِ کہن ابھی

سیاہ بادلوں کو اپنے گرد برستے، طوفانوں کو امڈتے اور بجلیوں کو گرجتے دیکھا تھا۔ کڑے امتحان سے گزرنے کے بعد ساحر نے ثابت قدمی، محنت اور لگن سے کامیابی حاصل کی تھی۔ ان کے دن پلٹ گئے۔ خوش حالی نے قدم بوسی کی اور اللہ کی رحمت سایہ فگن ہوئی۔ اسی درمیان دو ایک سال بعد ملک (کینیا) کی تقدیر بھی بدلی۔ وہ ملک جو اب تک غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا، آزاد ہوگیا۔ یہ آزادی ۱۲ر دسمبر ۱۹۶۳ء کو حاصل ہوئی۔ مگر ساتھ ہی یہ آزادی اپنے اندر کئی قسم کی تبدیلیاں بھی ساتھ لائی۔ وہاں کے ایشیائی باشندے، مقامی کالے باشندوں کے ظلم وستم کا شکار ہونے لگے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کئی جمے جمائے ایشیائی افراد کو وہاں سے ہٹنے اور نکل جانے میں عافیت محسوس ہوئی۔ ساحر نے بھی وہاں سے نکل جانے کا فیصلہ کیا۔ ساحر ۷ر جولائی ۱۹۶۴ء کو اسلامی مملکت خداداد پاکستان کے شہر کراچی ہجرت کر گئے۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے قدم جمانے کی کوشش کی۔ ٹرانسپورٹ بسوں کا بزنس Afro-Pak Transport کے نام سے شروع کیا اور کراچی میں شمالی ناظم آباد میں اپنا ایک مستقر بھی بنا لیا تاہم ساحر کو وہاں کی فضا راس نہ آئی۔ جو لطف انہیں نیروبی میں ملا وہ یہاں میسر نہ تھا۔ کسی طرح تین سال کم و بیش گزارے اور بالآخر اپریل ۱۹۶۷ء میں دوبارہ کینیا کا رخ کیا اور مع اہل و عیال کسمو سے نیروبی منتقل ہوگئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کی۔

نیروبی میں ساحر کے خسر شمس الدین اسماعیل اونڈکر پہلے سے مقیم تھے جن کا ٹرانسپورٹ کا بزنس تھا۔ ساحر نے پورے فرم کو خرید لیا اور روزافزوں ترقی کی جانب گامزن رہے۔ خوب محنت کی اور ترقی کی منزلیں طے کرتے گئے۔ بس ٹرانسپورٹ کے ساتھ ہی گڈس ٹرانسپورٹ کا کاروبار بھی شروع کیا اور خوب کامیاب رہے۔ ساحر کی یہ کامیابی، عروج اور روز افزوں ترقی پذیر تجارت کو وہاں کے مقامی تاجر پیشہ حضرات نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگے اور ساحر کی جان کے دشمن بن گئے۔ ۱۹۶۷ء سے ۱۹۹۴ء کے درمیان ساحر پر پانچ مرتبہ قاتلانہ حملے ہوئے۔ ہر مرتبہ وہ خدا کے فضل سے بال بال بچتے گئے۔ انہوں نے کئی مرتبہ مجھے خط کے ذریعہ حادثے کی خبر بھی دی تھی، مگر بمبئی میں جب ان سے میری پہلی ملاقات آلما لطیفی ہال میں ۱۶ر اکتوبر ۱۹۹۹ء کو ہوئی تو ان زخموں کے نشانات بھی دیکھنے کو ملے جو اُن حملوں کے دوران انہیں آئے تھے۔ یہ حملے نیروبی کے جرائم پیشہ کالے حضرات نے مال و دولت حاصل کرنے کی

یں:

''...... ساحر شیوی میرے بھائی بھی ہیں اور میرے کرم فرما بھی۔ میں نے افریقہ
یں ان کے گھر قیام بھی کیا ہے۔ ان کے حلقہ احباب سے بھی ملا ہوں اور ان کا کاروباری انداز
بھی دیکھا ہے۔ اور یہ دیکھ کر حیرت بھی ہوئی کہ ان جیسا شریف النفس سچا اور کھرا انسان زندگی
کی لعنتوں سے کس طرح اپنے دامن کو بچائے روزگارِ حیات میں مصروف ہے۔ افریقہ میں ان
کے تمام احباب ان کا بے حد احترام کرتے تھے۔ جس سے بھی ملیے ساحر کے بارے میں یہی
سنئے کہ ساحر صاحب تو فرشتہ ہیں''۔[۲۳]

اور وسیم خواجہ، ساحر شیوی کی حساس طبیعت پر یوں لب کشا ہوئے:

''ساحر شیوی کی حساس طبیعت کا احساس تب شدت سے ہوا جب ایک شام نماز
مغرب کے بعد بیت اللہ شریف میں خانہ کعبہ کی بالائی منزل پر عشا کی نماز کے انتظار میں بیٹھے
ساحر شیوی صاحب سے ہم ان کی تازہ حمد سن رہے تھے تو ساحر اچانک کہنے لگے ''وسیم صاحب!
ایک عرصہ سے کسی اچھے شاعر جن کا مجموعہ کلام چھپنے کے قابل ہو اور وہ کسی وجہ سے چھپوا نہ سکے
ہوں، سے رابطہ نہیں ہو رہا ہے۔ بہرحال میں نے اس کام کے لیے کچھ رقم مختص کی ہوئی ہے''۔
یہ سن کر میں نے ساحر صاحب کو اڑتی ہوئی ابابیلوں کی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا۔ سنائیں!
(یہ میرا ساحر صاحب کو مخاطب کرنے کا مخصوص انداز ہے):

چھوڑ سکتا نہیں تا زیست ادب کا دامن

اس پر ساحر صاحب بولے ''ہم سے اچھے اچھے استاد شعرا ہیں جن کی رسائی نہیں،
ان کا خیال کرنا چاہیے''۔ یہ ساحر نہیں ساحر شیوی کے اندر چھپا زمانے بھر کے غم کو اپنے سینے میں
لیے ایک انسان بول رہا تھا''۔[۲۴]

ساحر شیوی نے ایسٹ افریقہ کے شہر کسمو میں دورانِ قیام ۱۹۵۵ء میں بزم اردو کی
بنیاد رکھی جس کا صدر ڈاکٹر فتح چند سود (ایف۔سی۔سود) کو بنایا گیا۔ ڈاکٹر موصوف کا تعلق
پنجاب سے تھا، اردو فارسی سے اچھی واقفیت تھی، شاعر نہیں تھے تاہم شاعر نواز ضرور تھے اور
ادبی سوجھ بوجھ بھی اچھی تھی۔ ان دنوں کسمو میں ساحر کے علاوہ اردو کا اور کوئی دوسرا شاعر نہ
تھا۔ ساحر ہر ماہ بزم اردو کا طرحی مشاعرہ منعقد کرتے اور اپنی ہی کہی غزلیں دوسرے لوگوں کو

ہوا۔ اور ''کنواری لڑکی'' اور ''کیج برڈ'' کوکن کے افسانے میں شامل ہیں۔

اور غزل سے وابستگی......! تو یہ ان کا کاروبارِ شوق ہی ٹھہرا۔ ترجمے کی زبان کا کیا کہنا۔ صرف ایک ہی ترجمہ ہے مگر خوب ہے۔ وہ ہے سواحلی زبان کے عظیم شاعر شعبان بن رابرٹ کی ایک نظم کا ترجمہ۔ ان پر ساحر نے ایک مقالہ بھی قلمبند کیا جو سہ ماہی ''ترسیل'' بمبئی میں شائع ہو چکا ہے۔

شخصیت کی دلآویزی جہاں لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا لیتی ہے وہیں کچھ بیخ کنی کے جراثیم کو بھی جنم دیتی ہے۔ ساحر کہنہ مشق شاعر، اچھے کہانی کار اور عمدہ مقالہ نگار کی حیثیت سے جب اپنا مقام بنا چکے تو اپنے ہم عصر ادیبوں کے ساتھ معرکہ آرائی کا دَور شروع ہوا۔ اور کیوں نہ ہوا! یہ تو میر و غالب کے زمانے کی روایت رہی ہے۔ تاہم یہ معرکہ آرائیاں جو ساحر کی اپنے ہم عصروں کے ساتھ ہوئیں وہ کسی طرح بھی ادب کی جمالیات کو مجروح نہیں کرتیں۔

ساحر کا پہلا معرکہ شرف کمالی (مدیر ''نقش کوکن'' بمبئی) سے ہوا۔ دوسرا قیام پاکستان کے دوران صہبا خوشتر کے ساتھ جو ایک اچھے پاکستانی شاعر ہیں۔ تیسرا معرکہ پاکستان سے انگلستان پہنچنے کے بعد ڈاکٹر عبدالغفار عزم کے ہمراہ ہوا۔ یہ معرکہ آرائی کئی ماہ تک چلتی رہی۔ ان معرکہ آرائیوں نے ہر سہ مقام ہند و پاک اور انگلستان کی ادبی دنیا میں انہیں بہت جلد مشہور کر دیا۔ تاہم اس شہرت میں ان کی منکسر المزاجی اور فرشتہ صفت خصلتوں کو بھی بڑا دخل رہا ہے۔ وہ یوں کہ ایسی بحثوں میں الجھنے اور انہیں طول دینے کی بجائے ساحر نے اس کے منفی پہلو کو محسوس کیا اور تخریب سے تعمیر کی جانب لوٹ آنے اور مزید جوابی کارروائی پر معافی مانگ لینے کو ترجیح دی۔ جبکہ معرکے اٹھ گئے تو شرف کمالی ساحر کے حق میں یوں رطب اللسان ہوئے:

''ساحر کے کلام کے مطالعے کے بعد اور اس کا جوشِ عمل دیکھ کر یقیناً یہ کہا جا سکتا ہے کہ ساحر نے ''نیم شگفتہ'' اور ''وقت کا سورج'' سے ''صحرا کی دھوپ'' تک جو تدریجی ترقی بتائی ہے اس کے پیش نظر یہ امر مسلّم ہے کہ اردو کا قاری اس سے بہتر توقعات یقیناً رکھتا ہے۔ میں ساحر کے لیے بصد خلوص یہی دعا کروں گا کہ:

''اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ''[۲۵]

اور ڈاکٹر عبدالغفار عزم (صدر اردو تحریک ہزائی وڈلین، لندن) نے ساحر شیوی کی

اشعار میں غلطیوں کی نشاندہی کی۔ بدیع الزماں خاور نے ساحر شیوی کو خط لکھ کر ان سے اس کا جواب دینے کی درخواست کی۔ ساحر صاحب نے بھی دوستی کا پاس رکھنے کے لیے شرف کمالی صاحب کے کلام پر تنقیدیں شروع کر دیں۔ یہ سلسلہ کئی ماہ تک ''صبح امید'' میں چلتا رہا اور ''صبح امید'' بھی خوب بکتا رہا۔ بعد میں ساحر صاحب کو اس بات کا احساس ہو گیا کہ ان کے ہم عصر انہیں شرف کمالی کے خلاف بھڑکا رہے ہیں اور انہیں تنقید کا سلسلہ بند کر کے تعمیری کام کرنا چاہیے۔ لہٰذا انہوں نے شرف کمالی سے معذرت چاہی اور ایک منظوم معذرت نامہ لکھ کر ''صبح امید'' کے ایڈیٹر عبدالحمید بوبیرے صاحب کو روانہ کر دیا۔ لیکن انہوں نے شائع نہیں کیا۔ بعد میں جب شرف کمالی صاحب نیروبی گئے تو وہاں ساحر صاحب نے انہیں نظم پیش کی۔ اب ان کے تعلقات وہی پرانے سے ہیں''۔[۲۷]

اسی کے آگے دوسرے معرکے کا ذکر اس طرح کرتے ہیں:

''اسی طرح ایک اور واقعہ ان کے ساتھ پاکستان میں قیام کے دوران پیش آیا۔ وہاں ایک شاعر تھے صہبا خوشتر۔ ان کے ساتھ بھی ایک تنقیدی جنگ ماہنامہ ''گل رخ'' کراچی کے صفحات پر ہوئی۔ تنقید و تبصرہ اور نقد و نظر کا کالم ساحر صاحب مرتب کیا کرتے تھے۔ بعد میں دونوں میں مصالحت ہو گئی۔ ساحر نے ایک نظم لکھی ''ایک ہم عصر ادیب سے' یہ نظم ''گل رخ'' ہی میں شائع ہوئی۔ ساحر نے اسے بطور یادگار اپنے پانچویں مجموعہ کلام ''پانچواں آسمان'' میں شامل کیا:''

میں نے سوچا تھا جلاؤں گا محبت کے چراغ
تو نے چاہا ہو زمانے میں مری رسوائی
تو اگر سمجھے گا جاگیر ادب کو اپنی
خاک میں تجھ کو ملا دے گی یہ تانا شاہی''[۲۸]

راچی، ساحر شیوی کی مید معرکہ آرائی کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے:

''ساحر شیوی نے معرکوں پر معرکے سر کیے ہیں۔ پاکستان سے جب انگلستان پہنچے تو وہاں بھی ایک شاعر ڈاکٹر عبدالغفار اعظم (غالباً عزم) سے معرکہ آرائی ہو گئی اور یہ معرکہ آرائی کئی مہینوں تک چلی۔ ان دونوں کی تنقیدیں ہفتہ وار 'راوی' میں چھپتی رہیں۔ کینیڈا کے ڈاکٹر

ساحر شیوی جب انگلستان پہنچے تو وہاں بھی ان کی ادبی سرگرمی عروج پر ہی رہی جو آج بھی قائم ہے۔ انہوں نے وہاں سے یکے بعد دیگرے دو رسالے جاری کیے۔ پہلا سہ ماہی ''سفیر اردو'' اور دوسرا ماہنامہ ''پرواز''۔ ''سفیر اردو'' پاکستان سے شائع ہوتا ہے جس کے مدیران میں ساحر شیوی کے علاوہ دوسرا نام معراج جامی کا ہے۔ اس کے سرپرستوں میں انور شیخ اور وسیم بٹ وسیم ہیں۔ یہ تین برسوں سے پابندی سے شائع ہو رہا ہے۔ دوسرا رسالہ جس کی ذمہ داری اطہر راز کے سر تھی، ان کے انتقال کے بعد ساری ذمہ داری خود ساحر شیوی نبھا رہے ہیں۔ اپنے ایک خط میں اس کا ذکر اس طرح کرتے ہیں:

''...... دراصل اتنی مصروفیات بڑھ گئی ہیں کہ بیان نہیں کرسکتا۔ ''سفیر اردو'' کے ساتھ ماہنامہ ''پرواز'' بھی یہاں سے جاری کیا ہے جو یوروپین اردو رائٹرز سوسائٹی کے زیر ماتحت جاری ہے۔ میں یوروپین اردو رائٹرز سوسائٹی کا صدر ہوں اور اس رسالے کا نگراں بھی میں ہوں۔ اس کے مدیر اعلیٰ اطہر راز تھے، مگر وہ ہمیں آدھے راستے میں چھوڑ کر ۱۹ر مئی (۲۰۰۱ء) کو اس دنیائے فانی سے رخصت ہوگئے۔ اب سارا بار میرے نازک کندھوں پر آ گیا ہے۔ ہر ماہ رسالہ نکالنا بڑا کام رکھتا ہے''۔

اسی خط میں آگے سہ ماہی ''سفیر اردو'' کے تعلق سے یوں رقمطراز ہیں:

''...... ساتھ ساتھ سہ ماہی ''سفیر اردو'' کا بار...... یہاں سے ایڈٹ کرکے پرچے کراچی بھیجنے پڑتے ہیں۔ کراچی میں سید معراج جامی کے زیر نگرانی یہ پرچے تمام مرحلوں سے گزرتے ہیں اور پھر لندن واپس آتے ہیں اور پھر یہاں تمام خریداروں کو پرچے ارسال کرنے پڑتے ہیں''۔[۳۰]

میری معلومات کے مطابق ''سفیر اردو'' یورپ کی سرزمین سے نکلنے والا اردو کا پہلا سہ ماہی رسالہ ہے۔

ساحر شیوی کے اب تک نو شعری مجموعے منظر عام پر آچکے ہیں۔ ان کے علاوہ تین شعرا (وسیم بٹ، وِجے ارون، ساحر شیوی) کے منتخب کلام پر مشتمل ''پردیس ہمارا دیس'' نامی مجموعے میں بھی ان کا کلام شامل ہے۔ اس کے علاوہ ''کالی داس گپتا رضا'' کی شاعری اور شخصیت سے متعلق دو کتابیں ہیں۔ ایک کتاب جو خود ساحر کے گیارہ مضامین پر مشتمل ہے۔ اور

سمندر پار کا شاعر'' کا دیباچہ ان کی فکری وفنی کاوشوں کا آئینہ دار ہیں۔ ساحر کی شخصیت گونا گوں خوبیوں کی حامل ہے۔ کئی ہجرتوں اور قسطوں میں زندگی گزارنے والے ساحر کے بارے میں ڈاکٹر یونس اگاسکر کا خیال ہے کہ: ''ساحر نے کئی ہجرتیں کیں مگر وہ بہ الفاظ عارف ''سگ زمانہ کبھی نہیں ہوئے''۔ ان کی سیر چشمی اور کشادہ ذہنی نے انہیں ہر جگہ عزت وحرمت دلائی اور ایک درد آشنا فنکار کی حیثیت سے وہ ادب اور سماج کے لیے افادیت کا سرچشمہ بنے رہے۔ ان کی شاعری میں بھی ان کی دردمندی اور ان کا سماجی شعور جھلکتا ہے''۔ جب ان پر ہاشم دھامسکر نے مقالہ لکھنے کی خواہش کا اظہار کیا تو ڈاکٹر یونس اگاسکر نے ساحر شیوی سے اپنے تعلقات کی نوعیت وقربت کے پیش نظر ان کی ہمت افزائی کرنے سے گریز کیا۔ اس بنیاد پر کہ انہیں اس بات کا اندیشہ تھا کہ اس سے فنی تعین قدر میں نہ صرف دشواری پیش آئے گی بلکہ اسے شبہے کی نظروں سے دیکھا جائے گا، تاہم ساحر کی بے لوث ادبی خدمات اور زبان وادب کے لیے ان کے ایثار پر جب ڈاکٹر صاحب کی نظر گئی تو پھر انہیں یہ خیال آیا کہ ''ان کی پذیرائی ہم اردو والوں پر فرض ہے جس کی ادائیگی کا ایک موقع نکل آیا اور اسے ہاتھ سے جانے دینا کوتاہی کے مترادف ہوگا''۔ چنانچہ ہاشم دھامسکر نے ڈاکٹر یونس اگاسکر کی نگرانی میں ایک مقالہ بنام ''ساحر شیوی: حیات اور شاعری'' قلم بند کیا جسے بمبئی یونیورسٹی نے ایم فل کے لیے منظور کیا۔ مذکورہ مقالہ ۱۹۹۹ء میں شائع ہو کر منظر عام پر آیا۔

حواشی

ا] ساحر شیوی: حیات وشاعری، ص ۲۱۔ ۲] ایضاً

۳] ایضاً ۴] ساحر شیوی: حیات اور شاعری، ص ۲۲۔

۵] ایضاً

۶] ساحر شیوی: حیات اور شاعری، ص ۲۴۔

۷] بحوالہ بمبئی میں اردو: ڈاکٹر میمونہ دلوی، مرکز تحقیق، بمبئی، ۱۹۷۰ء، ص ۹۵۔

۸] بحوالہ بمبئی میں اردو: ڈاکٹر میمونہ دلوی، مرکز تحقیق، بمبئی، ۱۹۷۰ء، ص ۱۰۶۔

۹] ایضاً، ص ۱۱۰۔

ڈاکٹر فراز حامدی

ساحر شیوی کے حمدیہ ماہیے

ساحر شیوی مختلف الجہات تخلیق کار ہیں اور عالمگیر شہرت کے مالک ہیں۔ موصوف نے اردو کے حوالے سے نہ صرف نام کمایا ہے بلکہ کام کر کے بھی دکھایا ہے۔ زود گو اور پر گو شاعر ہیں اس لیے ان کے کئی مجموعے شائقین ادب کے ہاتھوں میں پہنچ چکے ہیں، قادرالکلام شاعر ہیں اس لیے انہوں نے ہر صنف پر طبع آزمائی کی ہے۔ غزل، نظم، رباعی، قطعہ کی بات چھوڑیے انہوں نے تو اردو کی نئی اصناف ہائیکو، سین ریو، اور ماہیوں پر بھی خوب مشق سخن کی ہے اور خصوصاً ماہیا نگاری میں بین الاقوامی شناخت قائم کی ہے۔ ''وادیٔ کوکن'' ان کے ماہیوں کا مجموعہ ہے جسے بزم تخلیق ادب پاکستان کراچی نے بڑے اہتمام سے شائع کیا ہے۔

پنجابی زبان کی معروف صنف سخن ماہیا موضوع کے اعتبار سے حسن و عشق اور ہجر و وصال کا مرقع ہوتا ہے کیونکہ یہ لوک گیت کی حیثیت رکھتا ہے۔ مگر ساحر شیوی کے جہانِ ماہیا سے ہم اگر گزریں تو معلوم ہوگا کہ ان کے ماہیے مختلف، متفرق اور متنوع ہیں انہوں نے ماہیا کے موضوع کو وسعت دے کر غزل کے ہم پلہ بنانے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ اور اس کے ایجاز و اختصار کو فکری و فنی توانائی دی ہے۔ شش جہات مشہور ہیں مگر ان کے ماہیے پچاس جہات روشن کرتے ہیں انہی میں ایک اہم اور روشن جہت ''حمد رنگ'' ہے۔

ساحر شیوی ایک نیک خصلت اور راسخ العقیدہ مسلمان ہیں اور خدائے تعالیٰ کی وحدانیت اور ملوکیت کے بہر طور قائل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے خاص طور پر حمدیہ ماہیوں پر طبع آزمائی کی ہے۔ ساحر شیوی نے اللہ کی ذات و صفات کا بیان اور اس کی شکر گزاری اور احسان مندی کا مختلف پیرایوں میں اظہارِ خیال کیا ہے اور خدا کی حمد و ثنا میں بھی وہ کامیاب نظر

جمادات اور حیوانات کی شکل میں خلق کر سکتا تھا۔ ساحر شیوی احسان مند ہیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے انسان کی شکل عطا کی اور اپنی گونا گوں نعمتوں سے نوازا۔ فرماتے ہیں:

کیا کچھ نہ دیا تو نے
ذات بشر پر تو
احسان کیا تو نے

☆

کیا دی ہے خوشی اُس نے
فیض یہ اُس کا ہے
جو زندگی دی اُس نے

☆

مخلوق میں عظمت دی
بخت بشر دیکھو
گویائی کی طاعت دی

بظاہر ہمیں اللہ دکھائی نہیں دیتا۔ لیکن بظاہر قدرت میں وہ ہر جگہ جلوہ فرما نظر آتا ہے اور قرآنِ حکیم کے لفظوں میں ''وہ ہمارے بہت قریب ہے'' ساحر نے ان باتوں کا احاطہ بھی اپنے ماہیوں میں کیا ہے۔ اگر وہ ایک طرف کہتے ہیں کہ:

اللہ کو نہ دیکھا ہے
بات یقینی ہے
بس وہ مرا داتا ہے

مگر دوسری طرف وہ یہ بھی واضح کر دیتے ہیں کہ اگر ہم اپنے دل میں جھانک کر دیکھیں تو اس کی جلوہ فرمائی دکھائی دے گی:

ہم سے تو نہیں ہے دور
دیکھ ذرا دل میں
اللہ کا روشن نور

ساحر کے نزدیک:

جیسے ہو بہاروں میں
پھول کی خوشبو ہے
اللہ کے ناموں میں

ناچیز ہوں عاصی ہوں
حال مرا کچھ ہو
اللہ سے راضی ہوں

☆

تجھ پر جو ستم ہوگا
یاد اُسے رکھنا
بس رب کا کرم ہوگا

☆

بدنام سی راہوں پر
بھٹکا کیا برسوں
نادم ہوں گناہوں پر

☆

بھٹکا نہ مجھے در در
عرض مری یہ ہے
ہو سایا ترا سر پر

☆

نیکی تو کوئی کی ہے
خوف سے اے اللہ
اب نیند اچٹتی ہے

☆

تیرا ہی تو کھاتا ہوں
رنج و خوشی جو بھی
تجھ سے ہی تو پاتا ہوں

الغرض ماہیوں کی مختصر صنف سخن میں خدا کی حمد و ثنا ہر پہلو سے کرتے ہیں اور اپنے شعری اظہار میں کامیاب ہوتے ہیں اگر ہم بھی چاہیں تو ان کے مندرجہ ذیل ماہیے سے روشنی حاصل کر کے اپنے کاموں کا آغاز ان کے بتائے گئے عمل کو انجام دے کر اپنے دامن کو خوشیوں سے بھر سکتے ہیں۔ کیونکہ حقیقت میں یہی کامیابی کی کلید اور سرخ روئی کی وعید ہے:

جب کام شروع کر لے
بسم اللہ پڑھ تو
دامن میں خوشی بھر لے

نعت کے ساتھ مناقبِ آلِ رسول اور خلفائے راشدین کی توصیف میں بھی نظمیں ملیں گی اور رباعیات قطعات بھی نعتیہ رنگ میں دکھائی دیں گے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ساحرؔ شیوی ہر صنفِ سخن میں نعت گوئی پر قادر ہیں۔ نعت گوئی میں موصوف کو جو لذت ملتی ہے اور جو سرور حاصل ہوتا ہے وہ بیان سے باہر ہے اسی لیے ساحرؔ صاحب مشقِ سخن کو جاری رکھے ہوئے ہیں اور اپنے نامۂ اعمال میں نعت کے ذریعہ نیکیوں میں اضافہ کررہے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ

میں جتنی بھی کروں وہ کم ہے ساحر
زباں تھکتی نہیں اُن کی ثنا سے

گذشتہ چند سالوں سے اردو ماہیا نگاری عالمی سطح پر بہت مقبول ہو رہی ہے۔ یہ ایک سہ مصرعی مختصر صنفِ سخن ہے جو پنجابی لوک ادب کی دین ہے۔ ساحرؔ نے اس میں بھی اپنے فکروفن کے جوہر دکھائے ہیں "وادیٔ کوکن" اُن کے اردو ماہیوں کا مجموعہ ہے جس کے موضوعات متفرق اور متنوع ہیں۔ ان ماہیوں کی دلربائی، طرح داری اور نغمگی کئی جہتیں روشن کرتی ہے۔ مختصر تین مصرعوں میں معنویت کے پہلو نکالنا ویسے بھی مشکل ہے۔ گاگر میں ساگر بھرنا تو عام ہے مگر ساحرؔ شیوی نے حباب کے اندر سمندر سمو دیا ہے اور اس طریقے سے ماہیے قلم بند کیے ہیں کہ وہ کیف وکم کے لحاظ سے بیش قیمت بن گئے ہیں۔ حضورِ اکرمؐ کی شان میں اُن کے یہ ماہیے ملاحظہ کریں۔

تم شاہِ مدینہ ہو
ظلِ خداوندی
وحدت کا خزینہ ہو

☆

تم عرش کے والی ہو
سارے رسولوں میں
تم جاہ میں عالی ہو

☆

سچے ہیں سخی وہ ہیں
طٰہٰ بھی نام اُن کا
اللہ کے نبی وہ ہیں

☆

اسلام کے بانی ہو
ہو جانِ جہاں بھی
اللہ کے جانی ہو

☆

ہر ایک کرشمہ ہے
ذاتِ محمدؐ کی

بے شک وہ پیمبر ہیں
بات بڑی یہ ہے

ساحرؔ شیوی خیر سے ایک راسخ العقیدہ مسلمان ہیں کیونکہ وہ سرزمینِ کوکن سے تعلق رکھتے ہیں جہاں کے تمام مسلمانوں کے قلوب اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور رسول اللہ کی محبت سے سرشار رہتے ہیں۔ساحرؔ شیوی ایک اچھے انسان اور سچے مسلمان ہیں ان کے مزاج میں مذہب کا جور چاؤ ہے اس کی بدولت عشقِ رسول بھی ان کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہے۔اسی لیے ان کے دل میں مدینے کی خواہش انگڑائیاں لیتی ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ کسی صورت روضۂ اقدس تک رسائی ہو جائے۔سبز گنبد کے نظارے اپنی آنکھوں میں بھر لیں اور روضہ کی جالیوں کو چوم کر اطمینانِ قلبی حاصل کر لیں۔اپنی تمنا کا اظہار ساحرؔ شیوی اپنے ماہیوں میں اس طرح کرتے ہیں۔

جانا ہے مدینے میں
روضۂ اقدس کی
ہے آرزو سینے میں

☆

ساحرؔ کی تمنا ہے
چومے درِ اقدس
جو آپ کا روضہ ہے

☆

ہے دل میں ہمارے آس
بار بھی پائیں گے
محبوب خدا کے پاس

☆

اس روضۂ عالی کو
چوم کے میں چھوڑوں
محبوب کی جالی کو

☆

اُمید ہو جینے کی
اللہ اگر چاہے
نیت ہو مدینے کی

☆

ہر حال میں جانا ہے
قصد مدینہ سے
دل میرا دوانہ ہے

☆

گھر بار محمدؐ کا
کاش میں دیکھوں بس
دیدار محمدؐ کا

اک آس ہے جینے کی
یاس کی حالت میں
بس یاد مدینے کی

ساحرؔ شیوی نے اپنا نعتیہ مجموعۂ کلام ''وسیلۂ نجات'' سرکارِ دو عالم، سرورِ کائنات، محبوب الٰہی محمد مصطفیٰ ﷺ کے نام نامی و اسم گرامی سے معنون کیا ہے گویا انہوں نے اپنے نامۂ

ڈاکٹر غزالہ ناروی۔ بھارت

ساحرؔ شیوی کے حمدیہ اور نعتیہ ماہیے

ساحرؔ شیوی اردو دنیا کا ایک بہت ہی معروف نام ہے۔ پردیس میں اردو کی شمع کو تابناک رکھنے میں بھی ان کی خدمات سورج کی طرح روشن ہیں انہیں اردو سے والہانہ محبت اور لگاؤ ہے، بہ قول ساحرؔ

میں نے دیکھے رات دن اردو ہی کے خواب
روشن ہے جو آج بھی مانند مہتاب

وہ اردو کی ترقی و ترویج کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔ گوناگوں خوبیوں کے حامل شاعر و افسانہ نگار ساحرؔ شیوی کی محبوب صنف غزل ہے مگر ان کے نو شعری مجموعوں پر نظر ڈالیں تو ان میں جگہ جگہ حمد و مناجات، نعت اور منقبت کے علاوہ رباعیات، قطعات، ہائیکو اور ماہیے بھی اچھی خاصی تعداد میں مل جاتے ہیں۔ بلکہ بعض مجموعے تو مخصوص صنف ہی پر مشتمل ہیں۔

ساحرؔ شیوی نے ماہیے میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔ ماہیا دراصل ایک پنجابی لوک صنف ہے۔ جس نے حالیہ برسوں اردو شاعری میں اپنی حیثیت منوالی ہے۔ ماہیا میں عموماً حسن و عشق اور ہجر و وصال کے مضامین ہوتے ہیں مگر ساحرؔ شیوی نے مختلف، متفرق اور متنوع موضوعات پر ماہیے لکھے ہیں۔ ان کے اردو ماہیوں کا مجموعہ ''وادیٔ کوکن'' ہے۔ تین مصرعوں میں کسی مضمون کو سمونا بہت مشکل کام ہے مگر ساحرؔ نے بہت خوبصورتی سے بہ قول ڈاکٹر جمیلہ عرشی ''حباب کے اندر سمندر سمو دیا اور اس طریقے سے ماہیے قلم بند کیئے ہیں کہ وہ کیف و کم کے لحاظ سے بیش قیمت بن گئے ہیں''۔

ساحرؔ بہت سلیقے سے اور سیدھے سادے انداز میں اپنے دل کی بات ماہیوں میں کہہ

طرح کرتے ہیں۔

توہی میرا خالق

میں بندہ تیرا

توہی میرا رازق

ساحر کو اس بات کا احساس ہے کہ تاروں کو روشنی اور پھولوں کو خوشبو دینے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے۔ان کے حمد یہ ماہیوں میں مناظر فطرت کا اظہار بھی ہے۔

روشنی دی تاروں کو

یہ تیرے نظارے

خوشبو دی پھولوں کو

اللہ تعالیٰ انسان کی رگ گلو سے بھی زیادہ قریب ہے، دل میں جھانک کر دیکھیں تو اللہ کا نور ہر طرف ہے۔

ہم سے تو نہیں دور

دیکھ ذرا دل میں

اللہ کا روشن نور

کسی کام کے آغاز میں بسم اللہ پڑھنا ہی کامیابی کی دلیل ہے اس حکم خداوندی پر عمل کرنے کی شاعر نصیحت کرتے ہیں۔

جب کام شروع کر لے — تو حمد و ثنا کر لے

بسم اللہ پڑھ تو — یاد الٰہی کر

دامن میں خوشی بھر لے — کچھ اس سے وفا کر لے

اللہ تعالیٰ کو بھول کر جینے والے بے مطلب اور بے مقصد زندگی جیتے ہیں۔

جیتے ہیں وہ بے مطلب

ہیں وہ بد قسمت

جو بھولیں تجھے یارب

وہ خدا کے مشکور ہیں۔

نعتیہ ماہیے:

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد رسول اکرمؐ کی مدح و ستائش میں انہوں نے زور قلم صرف کیا ہے۔ نعتیہ ماہیوں میں سادگی و برجستگی کے باوجود الفاظ کے معیار و وقار کا انہوں نے خاص خیال رکھا ہے۔ تہذیب کے دامن کو ہاتھ سے چھوٹنے نہیں دیا۔ ان کے نعتیہ ماہیوں میں جذبات کی شدت اور پاکیزگی ہے، تکلیف اور تصنع یا آورد کا شائبہ نہیں ہے۔ بعض نعتیہ ماہیے عارفانہ اور صوفیانہ نوعیت کے ہیں جن سے ان کے مذہبی جذبات اور رجحانات کا اندازہ ہوتا ہے۔

تم شاہ مدینہ ہو
ظل خداوندی
وحدت کا خزینہ ہو

انہیں حضورؐ سے روز جزا شفاعت کی امید ہے۔

بے شک وہ پیمبر ہیں
بات بڑی یہ ہے
شافع محشر ہیں

سر چشمہ ہدایت کا
جس نے اٹھایا ہے
بیڑا بھی شفاعت کا

محمدؐ کے نقش قدم پر چلنے والوں کو دوزخ کا ڈر نہیں ہوگا۔ دیکھئے اسے کتنی خوبصورتی سے باندھا ہے۔

چل نقش محمدؐ پر
راہ الٰہی میں
دوزخ کا نہیں ہو ڈر

حضورؐ سے ان کی دلی عقیدت کا اظہار بعض ایسی ترکیبوں سے ہوتا ہے جن سے حضور اکرمؐ کے کردار کی عظمت ایجاز کے ساتھ نمایاں ہوگئی ہے۔

ناموس حرم وہ ہیں
شان مدینہ ہیں
آقائے کرم وہ ہیں

حضورؐ پر وحی کے ذریعہ قرآن کے نازل ہونے کا واقعہ بھی مختصر ترین الفاظ میں بیان ہوا ہے۔

عبدالقوی ضیاء (مرحوم)

ساحر شیوی

دیارِ مغرب میں بسنے والا ایک منفرد ماہیا نگار

ساحر شیوی ان ادب پرست اور ادیب نواز شاعروں میں سے ہیں جن سے ایک بار مل لیجئے تو بار بار ملنے کو جی چاہے گا۔ وہ نہ صرف ایک خوش کلام، خوش فکر اور خوش گو شاعر ہیں بلکہ ایک کم آمیز، متین، منکسر المزاج با اخلاق، مجسم اخلاص انسان بھی ہیں۔ وہ اپنے آپ کو ایک ادنیٰ طالب العلم اور کمترین رضا کار ادب سمجھتے ہیں۔ نہ کبھی اپنے بارے میں خود پسندانہ انداز میں گفتگو کرتے ہیں اور نہ ہی خودستائی اور خودنمائی کے عادی ہیں۔ ان کی ادبی نگارشات تو اکثر میری نظروں سے گزرتی رہی ہیں۔ اور ان کی مدیرانہ صلاحیتوں کا بھی مجھے بخوبی اندازہ ہے۔ ان سے خط و کتابت کا سلسلہ بھی ایک عرصہ سے قائم ہے مگر ان سے ملنے کا موقع ہاتھ نہ آسکا۔

خدا بھلا کرے جوش اکیڈمی برطانیہ کے اراکین کا جن میں خود ساحر شیوی بھی شامل ہیں کہ انہوں نے ۴ اکتوبر ۱۹۹۸ء کو ایک جوش سیمینار کی طرح ڈالی۔ مجھے بھی دعوت شرکت دی۔ اور میں اس صدی کے حافظ و خیام کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے لندن پہنچ گیا اور یوں مجھے ساحر شیوی سے ملنے کا ایک وسیلہ ہاتھ آ گیا۔ ہر چند کہ لندن میں ان سے ملاقاتیں زیادہ نہیں رہیں مگر ان سے جتنی بار بھی ملا، مزید ملنے کا اشتیاق دل میں جاگزیں رہا۔ ان کی طبیعت میں سنجیدگی، شائستگی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ خیال خاطر احباب ان کی شاعری کا بھی حصہ ہے اور سرشت کا بھی، انہیں مستقل یہ فکر دامن گیر رہی کہ ان کے منہ سے کوئی ایسی بات نہ نکل جائے کہ جس سے میرے آبگینہ کو ٹھیس لگ جائے، کوئی ان کی برائی کرے تو وہ پی جاتے ہیں، تعریف کرے تو ہنس کر خاموش ہو جاتے ہیں۔ وہ اس مقولے کے قائل ہیں کہ

غلامی کے تحت بڑے فخر سے لئے جاتے تھے۔آج صورت حال یہ ہے کہ ہمارے ادبا اور علماء کا ذکر عالمی پیمانے پر بڑے کروفر سے ہوتا ہے،اسی باعث آج اردو کو دنیا کی دوسری ترقی یافتہ اور تہذیب یافتہ زبانوں کے درمیان وہی عزت وحرمت حاصل ہے جو کل تک صرف انگریزی۔ فرانسیسی یا کسی قدر ہسپانوی زبان کو حاصل تھی۔اردو کی تازہ بستیوں میں مقیم ہمارے قلم کار ایک طرف تو مغرب سے بہت کچھ حاصل کر رہے ہیں۔دوسری طرف اپنے ادب اور لوک ورثہ سے بھی پوری طرح آگاہ ہیں،اجتماعی طور پر اپنی ادبی روایات کو فروغ دینے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھ رہے ہیں،گویا یہ دورخی ٹریفک ہے جس سے اردو خواندہ اور غیر اردو دان طبقہ یکساں طور پر مستفید ہو رہا ہے۔اب تک جو ہم اپنے لوک ادب سے بے اعتنائی برت رہے تھے۔آج نادم ہیں۔اور اب ذرا صورت حال مختلف ہے''کافیاں وائیاں''،''ماہئے''،''ٹپے ہیر''،''پوڑھی''، ''لڈی''اور''دوھیڑیے''وغیرہ ہمارے علاقائی ادب کا ایک بیش قیمت اور بیش بہا ورثہ ہیں۔ انہیں اب زیادہ عرصہ تک نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔پچھلے تیس چالیس سالوں میں ماہیا نگاری کا چلن اردو میں عام ہو گیا ہے۔اور اس صنف نے خاصی مقبولیت اردو کی قدیم اور جدید بستیوں میں حاصل کر لی ہے۔

ساحر شیوی جن کے جد کا وطن کوکن ہندوستان تھا اور جو ترک وطن کر کے کینیا میں جا کر بس گئے تھے۔اور خود افریقی نژاد زیادہ ہو گئے تھے۔ہندوستانی کم رہ گئے تھے۔مگر اب پانچ سال قبل ساحر کینیا سے ہجرت کر کے انگلستان میں آ بسے ہیں۔اپنے ساتھ وہ اردو سے محبت اور پاکیزہ ذوق علم وادب بھی لے کر آئے۔شاعری کا چسکا پہلے ہی پڑ چکا تھا۔انگلستان میں اس کو جلا ملی،مختلف جگہوں کا پانی پینے کی وجہ سے ان کے تجربات میں اضافہ بھی ہوا اس میں تنوع بھی آیا۔فکر وفن میں تازگی بھی آئی،توانائی اور رعنائی بھی،اور جب ماہیا نگاری کو انہوں نے اپنا ارتکاز نظر بنایا تو اس میں انہوں نے اپنی زندگی کا رس نچوڑ کر رکھ دیا۔اس مشرقی صنف کو مغربی اقدار کی آگاہی دی۔دو بعد القطبین معاشروں کی امتیازی خصوصیات ان میں سمو کر انہیں ایک انفرادی رنگ ڈھنگ عطا کیا۔آزاد فضا میں سانس لینے اور مختلف النوع حالات سے متصادم ہو کر ان میں بہت سے تجربے بھی کر ڈالے۔ان کی فکر میں جو لانیت اور موسیقیت تھی،اس کا جادو بھی ان میں جگایا۔زندگی سے محبت ان کے فن کی اساسی قدر ہے۔اس کی بھی ہلکی ہلکی آنچ

گانے کی طرزیں بھی جدا جدا ہیں۔ لے، دھن، سر اور تال کے اعتبار سے اس کے گانے کے الگ انداز ہیں۔ غرض کہ آٹھ دس سے زائد دھنیں اور لے پنجاب میں رائج ہیں۔

یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہئے کہ پنجاب میں ماہیا محض ڈیڑھ مصرع کا بھی ہوسکتا ہے بہت سے نااہل زبان پنجابی ماہیا نگاروں نے ڈیڑھ مصرعوں میں ماہیے لکھے ہیں۔ یہاں اس بحث میں مزید الجھنا ممکن نہیں۔ بہر حال ماہیے کے جس انداز نگارش کو قبولیت عام ملی وہ سہ مصرعی ہے۔ اور جس کے تینوں مصرے عموماً ہم وزن ہوتے ہیں۔ چند مثالیں حاضر ہیں۔

پھلاں بھری چنگیر ہوسی
ویرا میرا گھوڑا چڑھسی
اوکیڈی سویر ہوسی

کوئی چنی لیرے دی
آگے آگے جج ٹرودی
پچھے ڈولی ہیرے دی

ہر بات ادھوری تھی
پر دیکھ وہ مر جانی
وعدے کی تو پوری تھی
(دلنواز دل)

پھولوں سے لدی بیلیں
تنہا تری یادوں سے
بچوں کی طرح کھیلیں (نصیر احمد ناصر)

یہاں پر مناسب ہے کہ ڈاکٹر ستیہ پال آنند کے اس قول کی بھی تکرار کر دی جائے کہ پنجاب میں سکھ بھگت گرونانک کے اعزاز میں ماہئے گاتے تھے۔ اس کے بھی تینوں مصرے ہم وزن ہوتے تھے۔

من رام سمر چندے
جگ کھیڈ کھڈون اے
سکھ دکھ نے وسر جندے

پنجرے وچ طوطے نے
بھگتاں دی اوٹ لئی
گرو آپ کھلوتے نے

پنجاب میں سہ مصرعی ماہیے مقبول ہیں اگر ان کے دوسرے مصرے میں ایک رکن کم کر دیا جائے تو پھر نہ جانے کتنے ہی ماہئے خارج از وزن ہو جائینگے۔ اور ان کے لہک لہک کر گانے میں بھی وہ مزا باقی نہ رہ جائے گا۔ اردو میں جب ماہیوں کا رواج ہوا۔ تو ظاہر ہے ان کے تینوں مصرعوں میں یکساں وزن رکھا گیا۔ اوزان کا مزاج، شعار، انداز ذرا پنجابی ماہیوں سے مختلف رہا۔ مثلاً

۱۔مفعول مفاعیلن / فعل مفاعیلن / مفعول مفاعیلن
۲۔فعلن فعلن فعلن / فعلن فعلن فع / فعلن فعلن فعلن
۳۔فعلات مفاعیلن / فعل مفاعیلن / فعلات مفاعیلن (یہ وزن ذرا محل نظر ہوسکتا ہے)
۴۔مفعول مفاعیلن / فعل مفعولن فع / مفعول مفاعیلن

اگر اوزان کا ذکر اس حد تک کیا گیا ہے تو مناسب ہے کہ عروض کے تحت بحور کا بھی تھوڑا سا بیان ہو جائے۔ ماہیے مزاحف اور بحر متدارک میں لکھے جاتے ہیں۔ اس کا پہلا اور تیسرا مصرع بحر متدارک میں، دوسرا مصرع بحر متقارب میں ہو سکتا ہے۔ یہ دونوں بحور اتنی قریب اللحن ہیں کہ اکثر عروض کے ماہر بھی تخلیقی کیفیت اور محویت میں مبتلا ہو کر ایک بحر کے ارکان کو دوسری بحر میں ملا دیتے ہیں۔ اکثر ان بحور کے تحت پنجابی ماہیوں کا جائزہ لیا جائے تو اختلاف کی بہت سی گنجائشیں ختم ہو جائیں گی۔ اور ماہیے کہنے میں جو لے اور لحن کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ اس کا بھی تکملہ ہو جائے گا۔ بحر متدارک کے سولہ ارکان اور بحر متقارب کے آٹھ اوزان عروضی نقطہ نظر سے ماہیے نگاری میں ایک دوسرے کے معاون ثابت ہوتے ہیں۔ اور بڑی خوش اسلوبی سے ایک دوسرے سے گھل مل جاتے ہیں۔ اور ایک ماہیے میں بیک وقت کہیں بھی تین اوزان استعمال کیے جاسکتے ہیں۔

آخر میں یہ عرض کرتا چلوں کہ ماہیے کے اوزان کے سلسلہ میں عروضی شناخت کے تعلق سے کوئی حتمی رائے قائم نہیں کی جا سکتی۔ یہاں تفہیم و ادراک ماہیے اور اس کے اوزان کے لئے ضروری تھا کہ تھوڑی بہت گفتگو اس موضوع پر کر دی جائے۔

ماہیے کی ہیئت، وزن، بحر، عروض کے بارے میں یہ مختصر سی گفتگو اس وجہ سے مقصود ہے کہ اس صنف کا چلن ہند و پاک میں تو خاصے عرصہ سے ہو چکا ہے۔ ان ملکوں میں ماہیے اردو اور پنجابی دونوں زبانوں میں خوب لکھے جا رہے ہیں۔ لیکن بیرون برصغیر یہ لوک گیت اتنی مقبولیت نہ حاصل کر سکا۔ جتنی کہ ہائیکو وغیرہ نے کی۔ حال ہی میں نسیم سحر (جدہ) نے اپنے ہائیکو کا ایک مجموعہ بھی شائع کرا دیا ہے۔ پھر بھی ادھر کچھ عرصہ سے حیدر قریشی جو جرمنی میں مقیم ہیں اور ایک سے زائد ملکوں کی شہریت رکھتے ہیں۔ ماہیے کے بارے میں بڑے معلوماتی اور وضاحتی مضامین لکھے ہیں۔ (حیدر قریشی کے ماہیوں کا مجموعہ "محبت کے پھول" کے نام سے حال میں شائع ہوا ہے)

کیف و سرمستی اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں۔ ان میں وہی نغمگی ہے جو مٹیاروں اور چرواہوں کے ماہیوں میں ہوتی تھی۔ جب وہ جانور چراتے ہوئے اپنی محبوب کی یاد میں کان پر ہاتھ دھر کر بلند آہنگی سے گایا کرتے تھے۔ ان میں جدائی کا کرب۔ محرومی۔ مایوسی کی دردانگیزی۔ جذبات اور تخیل کی دلکشی اور دلربائی بھی ہے اور جذبات کی اثر انگیزی اور ایمائی تاثر بھی ہے۔ یہ ماہیے گیت کے گیت ہیں۔ نغمے کے نغمے لہجے میں جو غنائیت ہے وہ ساری فضا کو نغمہ ریز کر دیتی ہے۔ انہیں پڑھ کر جو لطف حاصل ہوا۔ ان میں آپ کو بھی شامل کر لینا چاہتا ہوں۔

کیا رات سہانی تھی	خوابوں میں وہ آتے ہیں	معصوم ہے پیاری ہے
ان کی آمد سے	دلکش روپ لئے	دیوار پہ لٹکی
تاروں پہ جوانی تھی	میرے دل میں سماتے ہیں	تصویر تمہاری ہے

ساحر کے یہاں فکر و نظر، زبان و بیان میں ہم آہنگی کی وجہ سے ان کے اس طرز کے ماہیوں میں بھی ہمرنگی پائی جاتی ہے۔ جذب و احساس میں بھی یکرخی دکھائی دیتی ہے۔ ملاحظہ ہو

بچ بچ کے میں چلتا ہوں	ہے سہل نہیں جینا	ہر بات پہ اڑ جانا
جادۂ منزل پر	پھر بھی دنیا میں	اچھا نہیں ہوتا
ہر گام سنبھلتا ہوں	ہے اشک الم پینا	انجام پہ شرمانا

اردو شاعری بمقابلہ پنجابی لوک گیتوں کے نقش ہائے رنگا رنگ کا مرکب ہے اس میں کسی ایک مخصوص علاقے کے علاوہ ہندو پاک کی روایات اور لوازمات اس طرح گھلی ملی ہیں کہ اسے پڑھنے کے بعد ان میں گنگ و جمن کی آبرومندی اور دلفریبی بھی ملے گی۔ بنگال کا جادو بھی۔ وادی مہران کی حرارت بھی، دریائے سندھ کی روانی بھی، صبح مالوہ بھی، شام اودھ بھی، دکن کی کشف و کرامات بھی، گرمی و حرارت بھی، وادی کوکن کی خوبصورتی، مغربی اور مشرقی گھاٹوں کی شادابی اور تر و تازگی اور رومانیت انگیزی بھی۔ اردو کے گیسو اس پورے خطہ کے رمز و کنائے۔ تشبیہات و استعارات، ملاحتوں اور تلازموں سے سنوارے گئے ہیں۔ ساحر شیوی کے ماہیوں میں اردو کا مزاج اور کردار بانکپن اور جوبن بھی اثر کناں ہے۔ اس میں جو درد جو چبھن، رنج و محن، جمالیاتی حسن، شائستگی اور شگفتگی کا جو سجل پن اور وجدان اور عرفان کا جو چنچل پن ہے۔ وہ علاقائی نہیں بلکہ برصغیریت لئے ہوئے ہے اور یہی ان کے ماہیوں کی دوسری جہت

ہیں۔بلکہ ان میں حب رسول بھی ہے۔مدحت خدا بھی،علی کی منقبت بھی،اردو سے والہانہ محبت،علم وادب سے بے تحاشہ رغبت،دوستوں سے چاہت،اغیار کا شکوہ ہے۔مختلف تہذیبوں اور معاشروں کا تناظر بھی۔جگہ بہ جگہ کے ادبی اقدار،لسانی اور ثقافتی شعور سب کچھ قوس قزحی انداز میں جھلکتا ہے۔وہ کسی ایک علاقے یا ملک کے تناظر میں محصور ہوکر اپنی فکر کو آفاقیت نہیں بخش سکتے تھے۔وہ مبتدی شاعروں کی طرح ناخواندہ ماہیا نویس نہیں۔بلکہ خواندہ شاعر کی حیثیت سے لوک ورثہ سے اپنا ربط وضبط قائم رکھتے ہیں۔اس اعتبار سے ان کے بہت سے ماہیوں کو بین الملکتی کہا جاسکتا ہے۔اوران کے ماہیوں کی یہ چوتھی جہت ہے۔ذرا اردو سے ان کا جو قلبی ذوق اور لگاؤ ہے۔اس کا اندازہ لگایئے۔

خوش رنگ سحر جیسی
شہزادی ڈیانا
مرکر بھی امر جیسی

☆

اس جگ کا کرشمہ تھی
مادر ٹریسا
انساں میں فرشتہ تھی

☆

انگلینڈ میں رہتے ہیں
پیار ہے بھارت سے
سارے ناشکرے ہیں.

☆

اردو کی عنایت ہے
کچھ شہر سخن میں
ساحر کی بھی عزت ہے

اردو پہ فدا ہوں میں
اس کی راہوں میں
گر کر بھی اٹھا ہوں میں

گھر بار مرا اردو
اردو میری ماں
سنسار مرا اردو

حمد ونعت کے تعلق سے جو ماہیے لکھے ہیں ان میں خدا اور رسول سے جو انہیں بے پایاں محبت اور عقیدت ہے اس کا اغماض کچھ اس طرح ہوتا ہے

ہردم لے خدا کا نام
صاف رہے یہ دل
وحدت کا پی لے جام

گل دیکھا ثمر دیکھا
اپنی آنکھوں نے
تجھے دیکھا جدھر دیکھا

نام اس کا لکھا ہے
ذرے ذرے پر
جو سب کا مولا ہے

حب رسولؐ کچھ اس طرح جھلکتا ہے۔

گھر بار محمدؐ کا
کیسے میں دیکھوں
دیدار محمدؐ کا

مہلت ملے جینے کی
اللہ اگر چاہے
نیت ہے مدینے کی

ہرسمت ہی تابش ہے
کوچہ مکہ میں
رحمت کی بارش ہے

ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی۔ بھاگل پور

ساحر شیوی کے ماہیوں میں
اظہار و بیان کی قدرت

ہر صنف اپنے اندر قدریں رکھتی ہے۔

ماہیے میں بھی قدروں کی جھلک دیکھی جا سکتی ہے۔ یہ صنف اپنے دور کا آئینہ ہے اور وقت کے ساتھ اس کا رشتہ گہرا ہے۔

نظام فکر یا نظام اقدار میں تبدیلی ذہنی رویہ کی تبدیلی سے آتی ہے۔ اس طرح ذہنی رویہ کے بدلنے سے نظام فکر یا نظام اقدار بدل جاتے ہیں۔ مگر ذہنی رویہ کی تبدیلی تب آتی ہے جب زندگی میں تبدیلی آتی ہے۔ گویا زندگی بدلنے سے ذہنی رویہ بدلتا ہے۔ ساحر شیوی کی زندگی میں تبدیلی ہندوستان، افریقہ اور انگلینڈ تک پھیلی ہوئی ہے اسی لئے ان کی شاعری کا ذائقہ بدلتا رہا ہے۔ اب وہ ماہیا کو زندگی کا آئینہ بنا رہے ہیں۔ ماہیا میں انسانی فکر، احساس، ادراک اور نفسیات سب در آتی ہیں۔ یہ وہ آئینہ ہے جس میں انسان اپنے ماضی کو دیکھتا، حال کو برتتا اور مستقبل کا ادراک کرتا ہے۔ ماہیا وہ آئینہ ہے جس میں انسانی محبت، عداوت، مسرت، کدورت، الفت، دوستی، امید، ناامیدی، ہجر، فراق سب اپنی اپنی جگہ بنانے پر اصرار کرتے ہیں۔ یہ جذبے ایک دوسرے کے امتزاج و اشتراک سے ماہیا کا روپ دھارنے میں ہاتھ بٹاتے ہیں۔

ساحر شیوی کے ماہیے میں خواہش کا سیلاب باطن اور ظاہر، اندر اور باہر، ذات اور کائنات سب کو اپنی زد میں لئے ہوتا ہے۔ زندگی کی سیال صورت کی ترجمانی ملاحظہ کیجئے۔

اس طرح سنورنا ہے　　دکھ شہر کے سہتے ہیں　　جیتا ہوں نہ مرتا ہوں

کچھ عاشقانہ اشعار مل جاتے ہیں ان میں بڑی بے تکلفی اور ارضی عشق کا احساس ملتا ہے۔ساحر شیوی اس سلسلے میں بھی اپنی کچھ خاص ادائیں رکھتے ہیں۔

خوابوں میں وہ آتے ہیں — جب روگ لگا بیٹھا — کیا رات سہانی تھی
روپ لئے سندر — سوچ نہ الفت میں — ان کی آمد سے
نس نس میں سماتے ہیں — گورا ہے کہ وہ کالا — تاروں پہ جوانی تھی

ساحر شیوی نے اپنے ماہیے کے ذریعے تمثالوں، اشاروں اور بیانات کے ذریعے ذاتی تجربات کی روشنی میں ہمہ گیر سچویشن، حالات اور معاشرے کے ساتھ فرد کے رشتے کی عکاسی کی ہے۔

اک لڑکی ہے دفتر میں — تم نے ہم کو دیکھا — چہرہ تیرا بد صورت
بولتی ہے وہ کم — ہم نے تم کو بھی — قابل نفرت بھی
پر رہتی ہے منظر میں — کیا آگے کا سوچا — ہے خوب مگر سیرت

ساحر شیوی کو زندگی کے تضاد، انجمن اور محرومیوں کا کچھ زیادہ ہی عرفان حاصل ہے۔چونکہ وہ ذاتی سطح پر انسانی روابط کی قربت، تقدس اور کشش کو محسوس کرتے ہیں اور بڑھتی ہوئی میکانکیت اور کاروباری ذہنیت کے نتیجے میں شکست روابط کے المناک حقائق کا سامنا کرتے رہتے ہیں اسی لئے ان کی شخصیت میں تلخی، بیگانگی اور ایک طرح کی خود پسندی زیادہ ابھر آئی ہے جو اکثر طنز کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ماہیے میں ان کا یہ اسلوب جذباتی وابستگیوں کے باوجود ان کی ذہنی لاتعلقی کو ظاہر کرتا ہے جس میں خود آگہی، ٹھہراؤ اور توازن ہے۔یہی وجہ ہے کہ وہ تلقین کرتے نظر آتے ہیں۔

اس کام میں برکت ہے — انساں ہو کے ڈرتے ہو — جینے کا بہانہ ہو
کرلو اگر دل سے — چڑھتے سورج کی — مرد ہے وہ جس کی
برکت ہی میں دولت ہے — پوجا کیوں کرتے ہو — مٹھی میں زمانہ ہو

تلقین کے پہلو بہ پہلو ساحر شیوی مذہبی احکام اور حکم خداوندی کو بھی ماہیے کے اظہار کا وسیلہ بناتے ہیں۔جذبہ فکر کی وحدت اور بالیدگی کا شد و مد محسوس کیا جا سکتا ہے۔

حق سب کا ادا کرنا — مانگو تو خدا دے گا — مذہب سے نہ نفرت کر
بے حد ہے ضروری — مایوس نہیں ہونا — راہ الٰہی ہے

صدائے بازگشت صدی پر محیط ہے اور جنہوں نے گفتار اور کردار سے ملک وقوم کو متاثر کیا۔

اس جگ کا کرشمہ تھی | خوش رنگ سحر جیسی | ہر فن میں وہ کامل تھی
مادر ٹریسا تو | لیڈی ڈیانا ہے | اندرا گاندھی بھی
دھرتی پہ فرشتہ تھی | مر کر بھی امر جیسی | تعریف کے قابل تھی

ساحر شیوی اردو کے شاعر ہیں اسی لئے اردو زبان سے انہیں والہانہ لگاؤ ہے اپنے ماہیوں میں بھی وہ اردو کی جادوگری کو بیان کرتے ہیں۔

گھر بار مرا اردو | اردو پہ فدا ہوں میں
اردو مری جاں | اس کی راہوں میں
سنسار مرا اردو | گر کر بھی اٹھا ہوں میں

آج استحصال کرنے والی قومیں جمہوری نظام کو تہس نہس کرنے پر تلی ہوئی ہیں جس کی لپیٹ میں سورج کی چمکتی روشنی بھی آ گئی ہے۔شہر کراچی میں جس طرح کی فسطائی اور ظالمانہ طریقے سے خاک اڑائی جا رہی ہے اس سے ساحر شیوی بھی متاثر ہیں۔

ہر ایک پریشاں ہے | شہر کراچی اب | غارت گر انساں ہے

ایٹمی ہتھیاروں کی دوڑ نے آج پوری دنیا کو خطرے کی ہتھیلی پر رکھ لیا ہے۔بین الاقوامی دہشت گردی روز افزوں ہے خاتمہ کا ظالمانہ طریقہ عمل میں لانے کی کوششیں جاری و ساری ہیں۔اسے ساحر شیوی نے بھی محسوس کیا ہے اور اپنے ماہیے کا موضوع بنایا ہے۔

یہ دور ہے ایٹم کا | بم کے دھماکے سے | کیا حشر ہو عالم کا

ساحر شیوی کے شاعرانہ تخیل اور عالمانہ رنگ ونور کی فراوانی نے ماہیے کے کینوس کو بڑا کیا ہے اور تمام موضوعات کو احاطے میں لیا ہے۔ان کے ماہیے میں نہ ثقالت ہے اور نہ سپاٹ سادگی ہے بلکہ تراشیدہ،نفیس اور پر اثر سادگی پائی جاتی ہے۔حسین ترکیبوں میں معنویت کی ایک دنیا آباد ہوتی ہے اور جذبات نگاری کرتے وقت تصویریت سے کام لے کر وہ اسے فن کا درجہ عطا کرتے ہیں اور ہنر بنا دیتے ہیں۔ان کے ماہیے میں انسانی حیات کی اہمیت کا احساس بہت شدید نظر آتا ہے۔اس سے ایک والہانہ وابستگی اور پھر اس سلسلے میں جو متنوع کیفیات طاری ہوئی ہیں ان کی ترجمانی بہت واضح اور نمایاں طور پر ملتی ہیں۔

لوک گیتوں سے زیادہ پرکشش۔ دل کش اور من بھاون لوک گیت ہے۔ دوسرے پنجابی لوک گیتوں سے زیادہ شہرت پانے والا یہ لوک گیت ان دنوں اردو دنیا کا بھی مقبول ترین لوک گیت یا صنف شاعری ہے۔ دوسری بھارتی اور غیر بھارتی صنف شاعری مثلاً سانیٹ، ترائیلے، ہائیکو اور دوہے سے بھی زیادہ رائج آج ماہیا ہے۔

چند دہائیوں سے رواج پانے والا یہ لوک گیت یا ''ماہیا'' معجزاتی طور پر ادب وشعر کی پوری دنیا پر ابر خوش خرام کی طرح آج نظر آ رہا ہے۔ جہاں جہاں اردو زبان و ادب وشعر کے دیوانے، ادب وشعر کے خدمت گزار، شاعر جس جس اردو کی بستیوں میں موجود ہیں وہاں ''ماہیے'' صنف شاعری سے سب ہی واقف ہیں اور ماہیا نگاری کو عام کرتے نظر آ رہے ہیں۔

یوں تو اور بھی پنجابی لوک گیت، مختصر صنف شاعری کی صورت میں ہیں اور اردو ادب میں ان پر طبع آزمائی بھی کی جا رہی ہے۔ لیکن ماہیا نے جس تیز رفتاری کے ساتھ آگے قدم بڑھایا ہے اور خود کو دنیائے شعر وادب میں متعارف کرایا ہے دوسری پنجابی صنف شاعری اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

ساحر شیوی جن کی شاعری کی عمر بھی کافی ہے اور جن کی شاعری کا قد بھی اونچا ہو رہا ہے۔ ماہیا نگاری میں بھی اپنی قادر الکلامی کا لوہا منواتے نظر آتے ہیں۔ جیسا کہ میں نے سطور بالا میں لکھا ہے کہ ساحر شیوی سہلِ ممتنع میں کہنے والے ایک وہی شاعر ہیں ''ماہیے'' کی تخلیق میں بھی آپ کی یہ شاعری کی خصوصیت نمایاں ہے۔ عمدہ اور متاثر کرنے والے اسلوب میں صاف اور شستہ زبان میں ''وادیٔ کوکن'' کے ماہیے بھی تخلیق کیے ہیں۔

''ماہیے'' جو اردو میں تین سطری یا مثلث یا ثلاثی کی صنف شاعری کی طرح ہوتے ہیں۔ لیکن عروضی اعتبار سے ایک مخصوص وزن کے حامل ہوتے ہیں۔ یہ مخصوص وزن ہی ماہیے کو ثلاثی یا مثلث سے جدا کر کے اس کی شناخت قائم کرتا ہے۔ اور یہ مخصوص وزن جس کے ارکان بحر ہزج مربع کے ہیں۔ تین مصرع کے اردو ماہیے کے لیے اس طرح ترتیب دئے گئے ہیں:

پہلا مصرع جن ارکان کا ہوتا ہے وہ یہ ہیں	مفعول مفاعیلن
دوسرا مصرع جن ارکان کا ہوتا ہے وہ یہ ہیں	فاع مفاعیلن
تیسرا مصرع جن ارکان پر ہوتا ہے وہ یہ ہیں	مفعول مفاعیلن

یں جن کی کاوشوں نے اس عمارت کو پختہ تر کیا ہے۔ نیز اس کے طولِ عمر کے ضامن بھی ہیں۔ ان دونوں حضرات کی کوششوں، ایثار اور قربانی سے ماہیے کے پھلنے پھولنے کے مواقع مستحکم ہوئے ہیں۔

آج اردو شاعری میں جتنی بھی دیسی، بدیسی اصنافِ شاعری نظر آ رہی ہیں۔ اُن میں ماہیے کو خطِ جلی کی صورت میں دیکھا جا سکتا ہے۔ ماہیے کی یہ روشن اور تابناک صورت پوری دنیائے اردو ادب میں نمایاں دکھائی دیتی ہے۔ اس کی رفتارِ ترقی سے اس کے تاب ناک مستقبل کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

ساحر نے مندرجہ بالا اوزان اور ان کے خلط ملط اوزان میں بھی ماہیے کہے ہیں۔ نیز غالباً عروضی قاعدہ ان کی نظر میں بھی تھا۔ جس کے سبب دوسرے مصرع میں ایک سبب شروع میں کم آنے کی جگہ رکنِ آخر ''مفاعیلن'' کے آخری سببِ خفیف کو کم کر کے بھی ماہیے کی تخلیق کی ہے۔ اس طرح کے جو ماہیے ''وادیٔ کوکن'' میں شامل ہیں۔ ان میں سے چند ذیل میں نقل کر رہا ہوں۔ جو ایک سبب کم وزن مفعول فعولن کے وزن پر دوسرے مصرع ہیں۔

یہ زندگی نعمت ہے
بخشی ہے جو تو نے
اللہ تیری قدرت ہے

ہر بات پہ اڑ جانا
اچھا نہیں ہوتا
انجام پہ شرمانا

☆ ☆

پیمانہ محبت کا
لبریز رہے جو
کیا کام عداوت کا

دستورِ محبت ہے
عاشق کو ہمیشہ
مرنے کی ضرورت ہے

☆ ☆

تقدیر کا کیا شکوہ
اس تیرہ شبی میں
تنویر کا کیا شکوہ

الفت کی نشانی ہے
آنکھوں سے جو نکلے
نرمل وہ پانی ہے

☆ ☆

گوارا ہے کہ وہ کالا

اپنوں سے وفا کرنا

☆ ☆

ماہیوں میں اپنے وطن کا ذکر کرنا بھی ساحر نے احسن تصور کیا اور یوں کیا ہے ۔

وہ عاشق اردو ہے
اس کے شعروں میں
کوکن کی خوشبو ہے

آئی یاد وطن کی
کتنی اچھی ہے
یہ دھرتی کوکن کی

☆ ☆

شاعر جب دیش بھگت بھی ہوتا ہے تو اس طرح کی تخلیق بھی پیش کرتا ہے۔

یہ دیس ہمارا ہے
ہر حال میں ہم کو
یہ جان سے پیارا ہے

پردیس میں رہتا ہوں
دیس کی یادوں میں
غم زیست کے سہتا ہوں

☆ ☆

جس دیس میں رہتے ہیں
چھاؤں ہی کیا اسی کی
ہم دھوپ بھی سہتے ہیں

☆

وادیٔ کوکن میں شخصی ماہیے اس اندازِ فکر کے ہیں۔

شیخ انور کی باتیں
جیسے محفل میں
ہوں مدھ ماتی راتیں

خوش رنگ سحر جیسی
شہزادی ڈیانا
مر کر بھی امر جیسی

☆ ☆

اس جگ کا کرشمہ تھی
مادر ٹریسا
انساں میں فرشتہ تھی

ہر فن میں وہ کامل تھی
اندرا گاندھی بھی
تعریف کے قابل تھی

مظفر حسن عالیؔ۔ سہسرام

وادیٔ کوکن کا شاعر
ساحرؔ شیوی

''کوکن'' مہاراشٹر کا ایک مشہور اور مردم خیز علاقہ ہے۔ ذہانت و فطانت اس کی خمیر میں ہے اور علمی و ادبی ذوق اس کی رگ و پے میں رچا بسا ہے۔ یہ علاقہ دانشوروں، بزرگوں اور صوفیوں کا مسکن بھی رہا ہے۔ قطب کوکن حضرت مخدوم علی فقیہ ماہمی اور حضرت قاضی علی سنگمیشوری کے علمی و ادبی کارنامے چھٹی صدی ہجری میں کافی مشہور ہو گئے تھے۔ منشی محمد ابراہیم مقبہ اردو کے علاوہ فارسی و عربی کے مستند عالم تھے۔ ان کی کتاب تعلیم نامہ صوبۂ پنجاب و یوپی کے نصاب تعلیم میں شامل تھی۔ اسی طرح قاضی قاسم مہری، مولوی یوسف مرگھے (چیف قاضی بمبئی)، فقیہہ باپو میاں اندریکر، نصرت قاضی، احمد میاں احمد، شیخ داؤد سپاہیؔ، علی (قاضی غلام قاسم مہری کے بھتیجے) اور مولوی محمد اسماعیل وغیرہم کا شمار تیرہویں صدی کے مشہور شعرا میں ہوتا ہے۔ ان میں سے اکثر صاحب دیوان شاعر گزرے ہیں۔

مولانا حکیم بدیع الزماں المعروف قمر نعمانی سہسرامی کے کوکن شاگردوں میں آدم نصرتؔ حیرتؔ کوکنی، داؤد غازی، ساحرؔ شیوی، قیاس کھیڈنگری، انجم عباسی اور وفا راجے ولڈی بھی قابل ذکر ہیں۔ یہ تمام شعرا اپنے اپنے طریقے پر شعر و ادب میں قابل قدر اضافے کرتے رہے ہیں۔ قمر نعمانی کے ان تمام شاگردوں میں ساحرؔ شیوی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے شاعری کی تقریباً تمام اصناف میں طبع آزمائی کی ہے۔ ان کے علاوہ کوکن سے تعلق رکھنے والوں میں اختر راہیؔ اور بدیع الزماں خاورؔ کی خدمات بھی قابل قدر ہیں۔

ساحرؔ شیوی کا نام عبداللہ محمد پالیکر ہے۔ ابتدا میں نصرتؔ تخلص کے ساتھ ادب میں

کی لَے اور لحن کی بنیاد پر وزن کا انتخاب کیا ہے اور اسے اچھی طرح صیقل کرنے کی کوشش کی۔ قارئین ادب میں اسے روشناس کرانے میں ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی اور حیدر قریشی کا اہم رول رہا ہے۔ ماہیا کی بحث کے سلسلے میں سب سے پہلا باقاعدہ مضمون افتخار احمد نے لکھا جو ''اردو ماہیا'' کے عنوان سے راولپنڈی کے روزنامہ ''نوائے وقت'' ۲۴ر مئی ۱۹۹۲ء کے شمارے میں شائع ہوا۔

اردو کے پہلے ماہیا نگار کی حیثیت سے ہمت رائے شرما کا نام آتا ہے جنہوں نے مئی ۱۹۳۶ء میں فلم خاموشی کے لیے پہلی بار گیارہ ماہیے تخلیق کیے۔ پھر قمر جلال آبادی نے فلم پھاگن اور ساحر لدھیانوی نے فلم نیا دور کے لیے بھی ماہیے لکھے۔ ''کوہسار جنرل'' کے ذریعہ ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی نے شعرائے اردو کو ماہیا نگاری کی طرف راغب کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ماہیا نگاروں کی پوری ٹیم تیار ہوگئی۔ ۱۹۹۶ء میں ڈاکٹر صاحب موصوف نے اردو ماہیوں کا پہلا انتخاب ''رم جھم رم جھم'' کے عنوان سے شائع کیا۔ ۱۹۹۷ء میں حیدر قریشی کے ماہیوں کا اولین مجموعہ ''محبت کے پھول'' منظر عام پر آیا اور دیکھتے ہی دیکھتے مجموعوں کی باڑھ سی لگ گئی۔ بادِ سبز (قمر ساحری)، پھول کہانی (ضمیر اظہر)، یادوں کے سفینے (امین خیال، پاکستان)، ریگِ رواں (نذیر فتح پوری)، روپ نگر (انور مینائی)، چھپاں چھپاں (فروغ روہوی)، یادوں کی بارش (ناصر نظامی)، موسم بھی اک جیسے (عاصی کاشمیری، لندن)، پھوہار (نسیم طارق) اور ''وادیٔ کوکن'' (ساحر شیوی) جیسے خوبصورت مجموعے منظر عام پر آئے۔

اردو ماہیے کا دوسرا انتخاب سعید شہاب نے ۱۹۹۷ء میں ''اردو ماہیے'' کے عنوان سے پاکستان سے شائع کیا۔ حیدر قریشی نے موضوعی تحقیق و تنقید کی کتاب ''اردو میں ماہیا نگاری'' شائع کی اور سید ظفر ہاشمی کی ادارت میں ''گلبن'' کا ماہیا نمبر ۱۹۹۸ء میں شائع ہوا۔ اس طرح پنجابی کا یہ ''لوک ورثہ'' اردو میں بھی نئے گل بوٹوں کے اضافے کا باعث بنا۔

ماہیا بالخصوص محبوب کی یاد میں گایا جانے والا ایسا لوک گیت ہے جس کی اپنی مخصوص لَے اور لحن ہے۔ اسے مغنی خاص دھن میں گا کر اپنے محبوب کے ہجر و فراق میں کیف و سرور سے وادی درد کو نغمہ بار کر دیتا ہے جس میں وصل کی چاہت، ملنے کی تڑپ آرزو و جستجو کا والہانہ اظہار ہوتا ہے۔ تاہم اردو کے شعرا نے غزل کی طرح اپنے ماہیے میں بھی ہر موسم کی فصل اگانے کا

گلدان سجا رکھوں	پیرس کی ہے دوشیزہ	سنسان سی راہوں میں
تم آؤ تو آنکھوں میں	ہاتھ میں چھتری کا	کتنا اکیلا ہوں
مسکان سجا رکھوں	ایک پھول ہے پاکیزہ	تنہائی کے کمروں میں

کیا پہلے کے علاوہ دوسرا اور تیسرا ماہیا مساوی الوزن ہے۔ اگر نہیں تو پھر مثال کے لیے غیر مساوی الوزن ماہیے پیش نہیں کرنا تھا۔ علامہ شارق جمال کے خیال میں ''مساوی الوزن ماہیے تو کسی طرح ماہیے کے فارم میں نہیں آسکتے''۔ لہٰذا بقول حیدر قریشی ''ہمیں ماہیا کی شناخت قائم رکھنے کے لیے ان باتوں کا دھیان رکھنا ضروری ہے کہ جو ماہیا پنجابی ماہیے کی لَے میں گایا جاسکتا ہے وہ ماہیا ہے۔ ہمیں دھن کی بنیاد پر ہی ماہیے کو قائم رکھنا ہے اور صرف لَے میں آنے والے متبادل اوزان ہی قبول کرنے ہیں''۔ قریشی کے مطابق اردو ماہیے میں یہ وزن قائم رکھنا چاہیے۔

مفعول مفاعیلن / فاع مفاعیلن / مفعول مفاعیلن

اس بحر سے متعلق علامہ شارق جمال نے یہ لکھا ہے کہ ارکان فاع مفاعیلن میں ایک عروضی سقم ہے یعنی ارکان فاع مفاعیلن میں فاع کو شروع میں نہیں رکھا جاسکتا۔ یہ رکن مصرع کے آخر میں یعنی عروض وضرب میں رکھا جاتا ہے۔ شروع میں رکھنا جائز نہیں (کوہسار جنرل مئی ۹۸، ص۱۴) تاہم اکثریت کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے موصوف فاع مفاعیلن میں سقم کے باوجود اسے جائز تصور کرتے ہیں۔

اردو میں جب ماہیا کی ابتدا ہوئی تو ہمارے شعرا نے مساوی الوزن مصرعوں میں ماہیے کہنا شروع کیے مولانا چراغ حسن حسرت، عبدالمجید بھٹی، منیر عشرت اور پھر ثاقب زیروی نے مساوی الوزن ماہیے تخلیق کیے۔ اس طرح کے دیگر شعرا کو ڈاکٹر فہیم اعظمی نے بڑا ٹھوس اور باوزن مشورہ دیا ہے کہ ''ماہیے کے فارم میں تبدیلی سے اس کی انفرادیت قائم نہ رہ سکے گی اور یہ اردو کی صنف ''ثلاثی'' میں ضم ہوجائے گا۔ ماہیے کی انفرادیت مضمون اور معنی میں نہیں بلکہ ہیئت اور وزن میں ہے''۔

ماہیے کا دوسرا وزن فعلن فعلن فعلن / فعلن فعلن فع / فعلن فعلن فلعن ہے۔ اس وزن میں بھی ماہیے کہے گئے ہیں تاہم مفعول مفاعیلن میں جو درد ہے، کسک اور وارفتگی ہے

معاش نے افریقہ، پاکستان اور انگلستان کے دور دراز علاقوں کا سفر کرنے پر مجبور کیا۔ مگر انہوں نے اپنے وطن کو کبھی فراموش نہیں کیا۔ اپنا رشتہ جڑوں سے استوار رکھا۔ جہاں جس حال میں رہے وطن کو ہمیشہ یاد رکھا۔ کبھی بے وفائی یا بے اعتنائی نہیں برتی۔ انہوں نے اپنے ماہیوں میں اپنے وطن سے سچی محبت کا اظہار کھل کر کیا ہے۔ ان کے ماہیوں میں وادیٔ کوکن کی . س اور اس کے لمس کی حرارت وتمازت پوری طرح محسوس کی جاسکتی ہے:

وہ عاشق اردو ہے	بالکل ہی نہیں اچھی
اس کے شعروں میں	شہروں کی روش
کوکن کی خوشبو ہے	کیا بات ہے گاؤں کی
☆	☆
یہ دیس ہمارا ہے	پردیس میں رہتا ہوں
ہر حال میں ہم کو	دیس کی یادوں میں
یہ جان سے پیارا ہے	غم زیست کے سہتا ہوں

ساحر شیوی کے آٹھ شعری مجموعے شائع ہوئے۔ ہر مجموعہ کی ابتدا میں انہوں نے حمد ونعت کو شامل رکھا ہے اس سے ہمیں یہ اندازہ لگانے میں ذرا بھی دقت نہیں ہوتی کہ وہ مالک حقیقی سے کتنی محبت رکھتے ہیں اور رسول مقبول ﷺ کی عقیدت ومحبت اور ان کا احترام موصوف کے دل میں کس قدر ہے۔ خدا ایک ہے۔ وحدہٗ لاشریک ہے۔ اس کا جلوہ کائنات کے ذرے ذرے میں جلوہ فگن ہے۔

نام اس کا لکھا ہے	ذروں میں چمک اس کی
ذرے ذرے پر	شاید فطرت ہے
جو سب کا مولا ہے	تاروں میں چمک اس کی
☆	☆
یہ کیا کوئی جادو ہے	گل دیکھا ثمر دیکھا
جہاں نظر جائے	مری آنکھوں نے
ہر سمت تو ہی تو ہے	تجھے دیکھا جدھر دیکھا

لاتعلق ہوگیا ہے۔ یہ اذیت ناک صورت حال تیز رفتار مشینی زندگی اور شہری بھاگ دوڑ کے سبب پیدا ہوئی ہے، جہاں دوست، آشنا، رشتہ دار حتیٰ کہ باپ کو بیٹے سے اور بھائی سے بھائی کو جو لاتعلقی اور غیر یقینی صورت حال کا سامنا ہے وہ سب آسائشوں کی حصولیابی کے سبب ہے۔ ایسے میں شاعر اپنے احساسات و جذبات کا اظہار اپنے ماہیوں میں اس طرح کرتا ہے:

کچھ اپنی کہو یارو
بت سے بیٹھے ہو
کچھ بات کرو یارو

بس اتنی عنایت کر
سانسیں ہیں جب تک
نفرت نہیں الفت کر

☆ ☆

چاہت ہے تباہی سے
لیکن نفرت ہے
بھائی کو بھائی سے

حالات بھی مشکل ہیں
زندہ رہوں کیسے
ہر گام پہ قاتل ہیں

ساحر شیوی کی ہمدردی، خلوص، محبت، سوچ، فکر آج کے سماجی رشتوں اور انسانی تقاضوں سے بالاتر ہے۔ ان کے مزاج میں خودداری اور وزن و وقار ہے رکھ رکھاؤ ہے، شعور ہے۔ اوروں کے دکھ درد کو بانٹنے اور مجبوروں کی دستگیری کا مخلصانہ اظہار ملاحظہ کیجئے:

وقت کاٹنا چاہتا ہوں
میں بھی تمہارے ساتھ
دکھ بانٹنا چاہتا ہوں

گرتوں کو سنبھالا کر
عظمت انساں ہے
ظلمت میں اجالا کر

مت اتنی جفا کر یار
ہے تجھ سے گزارش
حق میرا ادا کر یار

زمانے کے دکھ درد کو بانٹنے والا شاعر انسان کی عظمت کو اجاگر کرنا چاہتا ہے۔ ظلمت کدہ دہر میں جبر و استبداد کے خلاف اخوت و بھائی چارگی کی ایسی شمع جلانا چاہتا ہے جس کی روشنی میں انسان ایک دوسرے کے دکھ درد بانٹنے، سمیٹنے اور سمجھنے کے قابل ہو جائے۔ مگر اس کی یہ کوشش بے سود اور رائیگاں ہوتی نظر آتی ہے۔ یہ اپنے ساتھ بدسلوکی کرنے والے کو بددعا نہیں دیتے بلکہ خوش رہنے کی دعا دیتے ہیں:

دل ہم نے دیا تم کو
بدلے میں ملا غم

یوں دل کی صفائی کر
بغض اگر ہو تو

ساحر شیوی نے مختلف موضوعات کو اپنے ماہیوں میں بڑی ہنرمندی سے پیش کیا ہے۔ بالخصوص ماہیے کی مرکزی لَے اور لحن میں کیف و سرور کے دریچے وا کرتے ہیں تو فضا میں نغمگی سی چھا جاتی ہے اور چاندنی راتوں میں ستاروں کی چمک سے گویا رگِ جاں پر چوٹ سی لگتی محسوس ہوتی ہے۔ آیئے ان کے اس قبیل کے چند ماہیوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں:

آنکھوں میں حیا اس کی
سینے میں دل ناداں
ہو دور بلا اس کی

یہ سچ ہے حقیقت ہے
زانوئے دلبر پہ
مر جانے کی حسرت ہے

سولہ سال کی لڑکی
چھیڑا جب اس کو
شعلہ سی وہ بھڑکی

☆ ☆ ☆

دل عشق کا گہوارہ
ٹوٹ اگر جائے
بن جاتا ہے دکھیارا

نادان ہے میرا دل
آپ کی یادوں کا
شمشان ہے میرا دل

اوپر سے نیچے تک
جب اس کو دیکھا
دل کرنے لگا دھک دھک

الفاظ کی تکرار سے ماہیوں میں رنگ و آہنگ اور غنائیت پیدا کرنے کا انداز بھی خوب ہے:

سونا سونا آنگن
ہجر کی کالی رات
الجھن الجھن الجھن

نہ نوکر نہ چاکر
یہ قسمت اپنی
ٹھوکر ٹھوکر ٹھوکر

گلشن گلشن گلشن
لگتا ہے پت جھڑ میں
مدفن مدفن مدفن

حقیقت یہ ہے کہ ''وادیٔ کوکن'' ساحر شیوی کے ماہیوں کا ایک ایسا گلدستہ ہے جس کا ہر پھول خون دل اور سوز جگر کا آئینہ دار ہے۔ ان کے ماہیوں میں جہاں حسن کی نیاز مندیاں اور عشق کی ناز برداریاں ہیں وہیں فکر کی گہرائی و گیرائی اور تخیل کی فسوں کاری بھی ہے۔ ان کی تخلیقی تازگی و توانائی، موضوعاتی تنوع اور انداز بیان کی رنگا رنگ قوس و قزح کے جمالیاتی کیف و کم میں معنویت کی ایک دنیا آباد نظر آتی ہے۔

عروضی بصیرت کا بھی انکشاف کیا جا سکے۔حالانکہ اردو شاعری میں تین مصرعوں والی مساوی الوزن صنف سخن تثلیث یا ثلاثی کے نام سے پہلے ہی موجود ہے۔لیکن یہ قطعہ کی طرح آسان ہے۔مخصوص بحر و وزن کی قید سے آزاد ہونے کی وجہ سے ہم تین مساوی الوزن مصرعے کسی بھی بحر میں کہہ سکتے ہیں۔اردو شاعری میں مخصوص اوزان کی وجہ سے دیگر اصناف سخن کے مقابلے میں جو افضلیت اور فوقیت رباعی کو حاصل ہے وہ کسی دوسری صنف سخن کو نہیں۔رباعی کہنہ مشق شعرا اور اساتذہ سخن کا محبوب مشغلہ رہا ہے دراصل قادرالکلامی کے جوہر بھی اسی صنف سخن میں کھلتے ہیں۔ماہیا بھی اختصار کے ساتھ یہ خوبی رکھتا ہے کہ اپنے مخصوص بحر و وزن میں قید ہے اور یہی خوبی اس کا طرہ امتیاز ہے۔ایک عام موزوں طبع شاعر کو اس صنف کے تخلیقی عمل میں ضرور دقت پیش آتی ہوگی۔اس لئے کہ یہ صنف بھی رباعی کی طرح عروضی بصیرت اور فنی چابک دستی کا تقاضا کرتی ہے۔

گذشتہ ایک دہائی سے ماہیے پر ہندو پاک کے اخبار و رسائل میں مباحثوں کا سلسلہ جاری رہا۔ان کو میں بھی برابر مطالعہ کرتا رہا ہوں۔ماہیے کی تحریک میں بالخصوص حیدر قریشی اور ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی صاحبان کی سرگرمیاں قابل ستائش رہیں کہ ماہیے کے اوزان و ہیئت کا کوئی فیصلہ ہو سکا ورنہ اکثر مباحثے ٹائیں ٹائیں فش ہو کر رہ جاتے ہیں اور ان مباحثوں کے قارئین کسی نتیجے پر پہونچنے سے قاصر رہ جاتے ہیں۔تاریخ گوئی کو ہی لیجئے،چند متنازعہ حروف کے اعداد ہزار مباحثوں کے بعد بھی مقرر نہیں کئے جا سکے لیکن خدا کا شکر ہے کہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔ماہیے کے لئے درج ذیل اوزان مخصوص ہیں۔

مفعول مفاعلین/فعل مفاعلین/مفعول مفاعلین

تسکین اوسط کے عمل سے فعلن فعلن فعلن/ فع فعلن فعلن/فعلن فعلن فعلن

ماہیے کے آخری رکن کے آخر میں ایک حرف ساکن کا اضافہ زحاف تسبیغ کے تحت درست قرار دے دیا گیا ہے مزید یہ کہ ان اوزان کو ایک دوسرے کے مقام پر بالترتیب رکھ سکتے ہیں۔

قطعہ نظر اس سے کہ ماہیا پنجابی زبان کی صنف سخن ہے اور فراق و ہجر کے موضوع کے لئے مخصوص ہے۔اردو میں ماہیے نے ہر موضوع کو قبول کیا ہے۔گذشتہ ایک دہائی کے

یہاں بھی آپ ادبی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہیں۔

ادبی دوست ڈاکٹر فراز حامدی کے توسط سے ان کے منتخبہ ماہیے موصول ہوئے ہیں۔ جو ساحرؔ شیوی کے ماہیوں کے مجموعے ''وادی کوکن'' سے ماخوذ ہیں۔ یہ مجموعہ ۱۹۹۸ء میں شائع ہوا۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ آپ کا مکمل مجموعہ پڑھنے کو ملتا۔ بہرحال جو ماہیے میرے پیش نظر ہیں ان کے مطالعہ کے بعد یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ ساحرؔ شیوی ایک ایسا متوازن اسلوب رکھتے ہیں جس میں فنی، لسانی اور عروضی پہلو تابناک نظر آتے ہیں۔ وہ انتہائی سادگی سے اپنے تجربات، مشاہدات اور محسوسات کو ماہیے کی تجسیم میں روح کی مانند رواں دواں کر دیتے ہیں۔ آپ نے ماہیے کو فراق و ہجر کے موضوعات کے حصار میں قید نہیں کیا ہے۔ بلکہ ماہیے کی تخلیق کے لئے ہمہ جہت موضوع تلاش کئے ہیں۔

ذیل میں ان کے کچھ ماہیوں کا موضوعاتی اور عروضی تجزیہ پیش ہے۔

ساحرؔ اللہ تعالیٰ کے قادر مطلق ہونے کی صفت کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ گویا وہ عبادت کر رہے ہوں۔

ذروں میں جھلک اس کی	شاہد فطرت ہے
مفعول مفاعیلن	فعل مفاعیلن

حضرت محمد ﷺ سے عقیدت و محبت کا اظہار، ان کا قرب حاصل کرنے کا جذبہ اور اپنی نارسائی کا احساس نعت کے لوازمات میں شامل ہے۔ وہ ماہیے کو نعت کا موضوع اس طرح دیتے ہیں۔

گھر بار محمد کا	کیسے میں دیکھوں
مفعول مفاعیلن	فع فعلن فعلن

پند و نصائح خاص طور سے رباعی کا موضوع رہے ہیں۔ لیکن ساحرؔ نے اس موضوع کو ماہیے میں اس طرح برتا ہے۔

ہم سب کا بھلا ہوگا	مفعول مفاعیلن	جو کام سے ڈرتا ہے
صدق کو اپنا لیں	فعل مفاعیلن	موت نہ آئے تو
خوش ہم سے خدا ہوگا	مفعول مفاعیلن	جی کر بھی وہ مرتا ہے

پیدائی دنیا کر   مفعول مفاعیلن   کب موجوں سے ڈرتا ہوں   مفعول مفاعیلن
بحرِالم میں بھی   فعل مفاعیلن   نام ترا لے کر   فعل مفاعیلن
جینے کا سہارا کر   مفعول مفاعیلن   دریا میں اُترتا ہوں   مفعول مفاعیلن

اردو کی ترقی وترویج کے لئے ساؔحر شیوی مجاہدانہ زندگی جی رہے ہیں۔انگریزی سے تعلق ہوتے ہوئے بھی وہ اردو سے خاص محبت رکھتے ہیں۔ان کی تخلیقات وتحقیقات اردو سے محبت کا واضح ثبوت ہیں۔انہوں نے اپنے ماہیوں میں اردو سے محبت کا اظہار اس طرح کیا ہے۔

گھر بار مرا اردو   اردو ہی میری ماں   سنسار مرا اردو
مفعول مفاعیلن   فعل مفاعیلن   مفعول مفاعیلن

ماہیے کا موضوع شخصیات بھی ہوسکتی ہیں۔ساؔحر نے شخصی توصیفی ماہیے بھی کہے ہیں۔کسی شخصیت کی عظمت کا اعتراف ان کے ہاں بیکراں خلوص اوران کی خود کی عظمت کا مظہر ہے۔

ہیں خالق سوز وساز   مفعول مفاعیلن   قسمت سے ہیں وہ شاعر   مفعول مفاعیلن
خوب ہیں انور شیخ   فعل مفاعیلن   فن پہ عبوران کو   فعل مفاعیلن
فنکاروں میں ہیں ممتاز   مفعول مفاعیلن   ہر صنف میں ہیں ماہر   مفعول مفاعیلن

ماہیے کے حوالے سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ساؔحر شیوی قصر ماہیا کے ان معماروں میں ہیں جن کی تراش خراش اورمختلف زاویوں سے آراستگی نے امتیازی حسن عطا کیا ہے۔جس سے یہ عمارت انتہائی پُرکشش ہوگئی ہے۔

آتا ہے تو امتیاز ''من وتو'' کہاں رہتا ہے۔ وادیٔ کوکن سے محبت، جب عشق بنتی ہے تو ساحر شیوی ''کوکن'' کا روپ دھار لیتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہ برسوں سے اردو ادب کی خدمت کر رہا ہے۔ وہ ارض کوکن کو محبوب رکھتا ہے۔ وہ اردو کو محبوب رکھتا ہے۔ وہ انسانیت کو محبوب رکھتا ہے۔ بات اتنی سی ہے کہ ساحر شیوی کے بیک وقت کتنے محبوب ہیں۔ جس دن اُسے یہ پتہ چل گیا کہ کچھ لوگوں کا وہ خود بھی ''محبوب'' ہے تو پھر...... ہم سے فقیر...... اکتارے پر ''کون'' سے گیت گانے لگیں گے کہ آواز آئے گی...... سر باری...... رقصاں۔

بس اتنی سی بات ہے کہ مجھے نہیں معلوم کہ میں کیوں اس بات پر بضد ہوں کہ ساحر شیوی اور کوکن ایک ہی ہیں۔ بس ساحر شیوی کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنے محبوب وطن ''کوکن'' کے لیے کھل کر اپنے خیالات کا اظہار کرسکتا ہے۔ مگر ارض کوکن کی مٹی کو داد دیجئے کہ وہ اپنے ''محبوب'' ساحر شیوی کو نہایت ہی خاموشی سے اپنی محبت کا اظہار اس طرح کرتی ہے کہ اُسے دریا، چشمے، کھیت، موسم، جنگل، آب و ہوا، پروا، بادل، ریگ زار، اُسے ہر جا یہ یاد دلاتے ہیں کہ ارض کوکن کی بہاریں، سرمستیاں، اور مٹی کی مہک، سب اُس کے لیے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ نیروبی جیسے ملک میں بھی ''شمع اردو'' ساحر شیوی نے خونِ جگر سے جلائے رکھی اور اب انگلستان...... (خدا کی شان) میں بھی شمع اردو کو وہ روشن رکھے ہوئے ہے۔ سوال یہ ہے کہ ساحر شیوی یہ سب کچھ کیوں کر رہا ہے۔ کیسے کر رہا ہے اور کب سے کر رکھا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ قصہ بہت سے مہ و سال پر پھیلا ہوا ہے۔ فقیر کہتا ہے کہ کب، کیوں اور کیسے...... کا سوال بھی ازل سے چلا آ رہا ہے۔ کارواں اور گرد کارواں کا ساتھ بھی ازلی ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ محبت کے لیے کچھ دل ''مخصوص'' ہوتے ہیں۔ فقیر کا خیال ہے کہ یہ وہ نغمہ ہے جو ہر ساز پہ گایا نہیں جاتا۔ لیکن کیا یہ بہت سوں کو ''جھولے'' میں ہی ''مصوری'' کا خیال اور ستاروں کا جمال ''تڑپانے'' لگتا ہے۔ اس بات کو لوگ کیا جانیں کہ جنہوں نے بس ''مرغ بسمل'' کا تڑپنا ہی دیکھا ہے۔ فقیر کی رائے ہے کہ دردمندی، احساس کی بدولت ہی نوع انسانی، بقا لئے ہوئے ہے۔ پھر وہی بات کہ حساس اور دردمند، تخلیق کار کا سفر تو ''جھولنے'' میں ہی شروع ہو جاتا ہے۔ ہر آنے والے دن اُسے اپنی منزل سے قریب کرتا جاتا ہے۔ حوصلہ مند، باوفا، خلوص و محبت کے مارے ہی ''زیست'' کرنے کا ہنر عطا کرتے ہیں۔ ذرا سا دل کو تھامئے، صورت حال

یوں دل کی صفائی کر
کر بات اشاروں میں
بغض اگر ہو تو
کوئی بھی سنے گا
دنیا سے بھلائی کر
ہیں کان دواروں میں

☆ ☆

ہے فرض شریفوں پر
نظر کرم کر لیں
بے چارے یتیموں پر

غرض یہ ہے ساحر شیوی چلتا پھرتا ''کوکن'' ہے...... اور وادیٔ کوکن کی بہاروں، فضاؤں، موسموں، ہواؤں، سب میں ساحر کے بچپن، لڑکپن کی مہک رچی بسی ہے۔ ارض کوکن تیری عظمت کو سلام کہ تو نے دنیائے ادب کو ساحر شیوی کی صورت میں اک گراں مایہ فرد فرید عطا کیا ہے جو خادم انسانیت اور خادم اردو ہے۔ جس کی شاعری میں ہمارا عصر پوری ذمہ داری سے سانس لے رہا ہے۔ ساحر شیوی کی شاعری ''ہمہ جہت'' ہے جس میں جابجا ''تحیر'' کے در کھلتے ہیں۔ نت نئے امکانات ''راہ'' پاتے ہیں۔ سلیقہ، قرینہ، محبت، علم، عاجزی، خاکساری، تفکر اس کی شاعری میں برسوں سے راہ پا رہے ہیں۔

سورج نہ چندا ہے
الفت نہ نشانی ہے
جیون انسان کا
آنکھوں سے جو نکلے
اک گورکھ دھندا ہے
نرمل وہ پانی ہے

☆ ☆

غم میں بھی گذر ہوگی
تنویر کی باتیں کر
فکر نہیں کرنا
ہوگا اجالا پھر
ہر شب کی سحر ہوگی
تعمیر کی باتیں کر

☆ ☆

یہ کیسی سیاست ہے
شہروں میں گاؤں میں
نام پہ مذہب کے
آج نہیں ملتا

سلیم انصاری

ساحر شیوی کے ماہیوں پر ایک نظر

ماہیا پنجاب میں گائی جانے والی تین مصرعوں پر مشتمل لوک صنف ہے۔ اس صنف میں عوام کے احساسات، جذبات اور خواہشات کا براہِ راست اظہار ملتا ہے۔ ادھر گذشتہ کئی برسوں سے اردو میں بھی اس صنف سخن کی تخلیق اور نشر و اشاعت کا چلن عام ہوا ہے۔

اردو میں ماہیا کا تجربہ کئی تنازعات کا شکار رہا ہے، ماہیے کے ساتھ سب سے اہم تنازعہ اس کی بحر کے حوالے سے سامنے آیا۔ بعض تخلیق کاروں اور نقادوں نے ماہیے کو تین مساوی الوزن مصرعوں کے فارم میں تخلیق کرنے پر زور دیا ہے۔ جبکہ حیدر قریشی کی تحقیق کے مطابق ماہیوں کے تینوں مصرعے ہم وزن نہیں ہوتے بلکہ دوسرے مصرع میں ایک سبب کم ہوتا ہے۔ لہٰذا درست اوزان پر ماہیے کہنے کی تحریک باقاعدہ طور پر حیدر قریشی نے ہی چلائی اور ہندوستان میں اس تحریک کو آگے بڑھانے کا کام نذیر فتح پوری اور مناظر عاشق ہرگانوی وغیرہ نے کیا جس کے نتیجے میں درست اوزان پر ماہیے تخلیق کرنے والے شعرا کی تعداد میں کافی اضافہ ہوا ہے۔

ہندوستان میں ماہیے کی تحریک کو آگے بڑھانے میں ہندوستان کے جن رسائل نے اہم رول ادا کیا ہے اس میں اسباق (پونہ) کوہسار (بھاگلپور) گلبن (احمد آباد) توازن (مالیگاؤں) اور جدید اسلوب (سہسرام) وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

ماہیے کے اوزان کی بحث سے قطع نظر جب ہم اس صنف سخن کی تخلیقی تحریک پر نگاہ کرتے ہیں تو شعرا کی ایک طویل فہرست مرتب ہوتی ہے۔ جس میں ہند و پاک کے بہت سارے شعرا کے ساتھ ساحر شیوی کا نام بھی شامل ہوتا ہے۔ حال ہی میں ان کے ماہیوں پر

ساحر شیوی نے اپنی کتاب کا آغاز حمدیہ اور نعتیہ ماہیوں سے کیا ہے۔ جوان کے یہاں عشق کے حقیقی جذبوں کی نشاندہی کرتے ہیں چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

نام اس کا لکھا ہے
ذرے ذرے پہ
جو سب کا مولا ہے

مہلت ملے جینے کی
اللہ اگر چاہے
نیت ہے مدینے کی

ذروں میں جھلک اس کی
شاہد فطرت ہے
تاروں میں چمک اس کی

☆ ☆ ☆

گھر بار محمدؐ کا
کیسے میں دیکھوں
دیدار محمدؐ کا

یہ زندگی نعمت ہے
بخشی ہے جو تو نے
اللہ تیری قدرت ہے

اے بے کس کے والی
چومنے دو مجھ کو
آپ کے در کی جالی

ساحر شیوی کا آبائی وطن کوکن (ہندوستان) ہے۔ عرصۂ دراز تک نیروبی (کینیا) میں مقیم رہنے کے بعد ساحر شیوی نے گذشتہ کئی برسوں سے لندن میں سکونت اختیار کرلی ہے۔ اس سارے سفر میں ان کے ساتھ اپنے وطن عزیز کوکن اور اردو سے محبت کا جذبہ بھی شدت سے وابستہ رہا۔ جس کا اظہار ان کے بعض ماہیوں میں نہایت خوبصورتی سے ہوا ہے۔ دیارِ غیر میں رہ کر اردو سے اس خلوص اور محبت کا اظہار، اردو کا کوئی سچا عاشق ہی کرسکتا ہے۔ چند ماہیے ملاحظہ فرمائیں۔

وہ عاشق اردو ہے
اس کے شعروں میں
کوکن کی خوشبو ہے

گھر بار مرا اردو
اردو میری ماں
سنسار مرا اردو

اٹھا ہے اک شاعر
وادیٔ کوکن سے
کہتے ہیں جسے ساحر

☆ ☆ ☆

اردو پہ فدا ہوں میں
اس کی راہوں میں
گر کر بھی اٹھا ہوں میں

اردو کی عنایت ہے
کچھ شہر سخن میں
ساحر کی بھی عزت ہے

ان ماہیوں میں ساحر شیوی کی اردو سے والہانہ محبت اور اپنے وطن کوکن کی مٹی سے ذہنی اور جذباتی وابستگی کی بھینی بھینی خوشبو کو محسوس کیا جاسکتا ہے۔ ساحر شیوی نے اپنے ماہیے

کتنی بڑی دولت ہے
نفرت ہی نفرت ہے
بن جاتا ہے گہوارہ

☆ ☆ ☆

بس اتنی عنایت کر
سانسیں ہیں جب تک
نفرت نہیں الفت کر

جو پیار نہیں کرتے
دل کے ہیں پتھر
امید ہو کیا ان سے

چاہت ہے تباہی سے
لیکن نفرت ہے
بھائی کو بھائی سے

ساحر شیوی کے ماہیوں میں زندگی سانسیں لیتی محسوس ہوتی ہے۔ ان کی فکر کی کئی جہتیں ہیں۔ ان کے یہاں موت، مایوسی اور قنوطیت کا احساس نہیں دلاتی بلکہ ایک ازلی سچائی کی طرح روشن ہوتی ہے اور زندگی کرنے کا حوصلہ دیتی ہے۔

دراصل حقیقت ہے
موت کی ہچکی بھی
اک منظر عبرت ہے

جو کام سے ڈرتا ہے
موت نہ آئے تو
جی کر بھی وہ مرتا ہے

جینا میری فطرت ہے
موت سے لڑنے کی
مجھ میں بھی ہمت ہے

ساحر شیوی کے یہاں کلاسیکی روایاتِ شعری کے احترام کا جذبہ بھی موجود ہے۔ اس کے علاوہ عصری فکر اور اس کے تقاضوں کو تخلیقی طور پر برتنے کا سلیقہ بھی۔ لہٰذا یہ بات پورے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ ساحر شیوی کے یہاں شعری فکر و اظہار کی کئی جہتیں منور ہیں۔ ساحر شیوی کے یہاں جہاں ایک طرف عشق، محبت، نفرت، موت، غم اور دیگر موضوعات پر ماہیوں کی تعداد خاصی ہے وہیں ان کے تخلیقی سرمائے میں ایسے ماہیوں کی تعداد بھی قابل ذکر ہے جو فرد کی ذات کے کرب سے عبارت ہے۔ سماجی ناہمواری، تعصب، فرقہ وارانہ تشدد، فساد اور ظلم ایسے موضوعات ہیں جن سے معاشرے کا عام آدمی ہمیشہ دوچار رہتا ہے۔ لہٰذا ایسے موضوعات کو تخلیقی سوچ کا حصہ بنانا میرے نزدیک ایک تخلیقی فریضہ ہے۔ جسے ہر جینوئن تخلیق کار کو ادا کرنا چاہیے۔ چند ماہیے ملاحظہ فرمائیں۔

جینے کا نہیں چارہ
فرقہ پرستی نے
تڑپا کے ہمیں مارا

یہ بات نہیں اچھی
تم جو لگاتے ہو
آگ ہر سو تعصب کی

وہی لوگ فسادی ہیں
دل جن کے پتھر ہیں
جو ظلم کے عادی ہیں

☆ ☆ ☆

ڈاکٹر معین الدین شاہین اجمیری۔ بیکانیر

ساحر شیوی کا لازوال شاہکار۔ وادیٔ کوکن

کوکن کے جن سپوتوں نے اردو زبان و ادب کی ترویج و اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اُن میں جناب ساحر شیوی کا اسم گرامی سرفہرست ہے۔ ساحر صاحب کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ انہوں نے اردو شاعری کو مشرق کی سرحدوں سے نکال کر مغرب کی وادیوں میں مقبولیت دلانے کا شریفانہ فرض انجام دیا۔

واضح ہو کہ جہاں ساحر صاحب نے مروجہ اصناف کو متاثر کیا وہیں بعض مشرقی و مغربی ادبی اصناف میں کامیاب تجربے کیے ہیں، اور یہ تجربات مختلف رسائل و جرائد اور بعض مستقل تصانیف و تالیفات کی صورت میں منظر عام پر آ کر ادبی حلقوں میں حسن قبول کا درجہ حاصل کر چکے ہیں۔ اس ذیل میں ان کے بعض شعری مجموعوں مثلاً ''نیم شگفتہ''، ''وقت کا سورج''، ''صحرا میں دھوپ'' اور ''ابھی منزل نہیں آئی'' کے حوالے پیش کیے جا سکتے ہیں۔

''وادیٔ کوکن'' ساحر صاحب کے ماہیوں کا مجموعہ ہے جو بزمِ تخلیق ادب پاکستان کراچی کے اشاعتی پروگرام کے تحت زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آیا ہے۔ ماہیا خالص پنجابی صنف ہے، اردو شاعری کی یہ خوبی ہے کہ اس نے دنیائے ادب کے جواہر پاروں کو اپنی رگ و پے میں رچنے بسنے کے خاطر خواہ مواقع فراہم کیے ہیں، مثلاً سانیٹ، ہائیکوز، سین ریو، ترائیلے، فری ورس، بلینک ورس، وغیرہ اسی طرح مشرقی اصناف میں دوہا، تروینی، کہہ مکرنیاں، چوبولے، چھلے، کنڈلی، وغیرہ۔ ٹھیک اسی طرح ماہیا بھی اردو شاعری میں شیر و شکر کی طرح گھل مل گیا ہے۔

زیر نظر مجموعہ دانشور، محقق اور مایہ ناز شاعر جناب انور شیخ صاحب سے منسوب کیا گیا

گرفت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے ماہیوں میں جا بہ جا ایسے بیانات مل جاتے ہیں جن سے اُن کی اردو سے والہانہ محبت کا اندازہ ہوتا ہے مثلاً:

اٹھا ہے اک شاعر
وادیٔ کوکن سے
کہتے ہیں جسے ساحر

گھر بار مرا اردو
اردو میری ماں
سنسار مرا اردو

☆ ☆

اردو کی عنایت ہے
کچھ شہرِ سخن میں
ساحر کی بھی عزت ہے

اردو پہ فدا ہوں میں
اس کی راہوں میں
گر کر بھی اٹھا ہوں میں

ساحر صاحب کے ماہیوں کی ایک اہم خوبی جو دلوں کا دامن کھینچتی ہے، یہ ہے کہ انہوں نے اکثر اپنے ماہیوں میں غزلوں کی طرح لوچ، لچک، تڑپ، کسک، سرسبزی، شادابی، زبان کے چٹخارے، مہمل موضوعات سے گریز اور معنویت کو برقرار رکھا ہے ورنہ عہد حاضر کے بعض اصحاب ایسے بھی ہیں جو محض مصرعہ پیائی کو ماہیا نگاری کا فن سمجھنے کی بھول کر بیٹھتے ہیں۔ لیکن ساحر صاحب نے ماہیا نگاری میں وہ کمال کر دکھایا ہے کہ جو حضرات اس صنف میں نو وارد ہیں، ان کے لیے اُن کے ماہیے دلیل راہ ثابت ہوئے ہیں۔

ساحر صاحب نے بھلے ہی مغرب کو اپنا مسکن بنا لیا ہو لیکن ان کی جڑیں مشرق میں نصب ہیں، اور وہ اپنے مشرقی پن کا اظہار موقع و محل کی مناسب سے کرتے بھی رہتے ہیں۔ مشرق کی اہم دین ہے دیسی الفاظ، روایتی محاورے اور ضرب الامثال، جن سے ساحر کا کلام بھرا پڑا ہے، ان کے ماہیوں میں مشرق کی مٹی کی سوندھی سوندھی خوشبو ہی تو ہے جو قارئین و سامعین کو مسحور کر دیتی ہے اور یہی وہ مقام ہے جہاں ساحر صاحب اپنے تخلص کی رعایت سے اسم بہ مسمیٰ ہونے کا استحقاق حاصل کر لیتے ہیں چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

جیون میں شرارے ہیں
پریت کی راہوں میں
کانٹے ہی کانٹے ہیں

الفت کی نشانی ہے
آنکھوں سے جو نکلے
نرمل وہ پانی ہے

انسانیت کا فقدان، ناانصافی، انسانی قدروں کا انہدام، ایٹمی نمائش، بین الاقوامی انتشار و پراگندگی وغیرہ ایسے موضوعات ہیں جن پر ساحر شیوی نے اس درجہ لکھا ہے کہ ایک عالم عش عش کرتا ہے چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

اپنوں سے ڈرتا ہوں
جینے کی پھر بھی
کوشش تو کرتا ہوں

چاہت ہے تباہی سے
لیکن نفرت ہے
بھائی کو بھائی سے

☆ ☆

وہ شہر کی ناری ہے
عریانی میں جس نے
تصویر اتاری ہے

جوگی نہ قلندر ہوں
سٹے کا نمبر دوں!
میں بندۂ کمتر ہوں

☆ ☆

ہے کون عدو کس کا
ہم دیکھ رہے ہیں
سڑکوں پہ لہو کس کا

جینے کا نہیں چارہ
فرقہ پرستی نے
تڑپا کے ہمیں مارا

☆ ☆

وہی لوگ فسادی ہیں
دل جن کے پتھر ہیں
جو ظلم کے عادی ہیں

کچھ ایسے بھی رہزن ہیں
بھیس میں رہبر کے
جو قوم کے دشمن ہیں

ساحر صاحب مصلح یا رہنما ہونے کا دعویٰ نہیں کرتے لیکن انسانی قدروں کا تحفظ اپنا اخلاقی اور انسانی فرض سمجھتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اُن کی شاعری میں مختلف مقامات پر مثبت پیغامات مل جاتے ہیں، واضح ہو کہ اس قسم کے پیغام میں بے جا قسم کی نعرہ بازی کو کوئی دخل نہیں ہوتا۔ یہاں بھی اُن کا لہجہ نرم، شیریں اور اخلاص سے مملو ہوتا ہے، اور یہی وہ طرز ہے جو ساحر صاحب کو اپنے عہد کے فن کاروں سے ممیّز کرتا ہے، مثلاً:

گرتوں کو سنبھالا کر
ناکامی کا رونا کیا

دنیائے بے ثبات کا تذکرہ اور اخوت و یگانگت کا پیغام اردو شاعری کی خوبیوں میں شمار ہے، ہر عہد میں شعرائے کرام نے اس قسم کے موضوعات پر قلم اٹھایا ہے، ساحر صاحب کا جذبہ اس معاملے میں بین الاقوامیت کے تحت عالمی برادری سے محبت اور احترام کو عام کرنے کا پیغام دیتا ہے، مذہب و ملت کے بکھیڑوں میں الجھ کر وہ خود کو بالفاظِ دیگر اپنی شاعری کو محدود نہیں کرتے، اس سلسلے میں اُن کے تفکرات علامہ اقبال سے جا ملتے ہیں، بعض مثالوں سے اس امر کی بہ خوبی وضاحت ہوتی ہے، ملاحظہ فرمائیں:

اللہ رہے باقی
آفاق فنا ہوگا
میرا کیا ہوتا
روزِ جزا ساحر
میں تو بندہ ہوں خاکی
بس ایک خدا ہوگا

☆ ☆

مذہب سے نہ نفرت کر
وہ روزِ جزا ہوگا
راہِ الٰہی ہے
ہوں گے پشیماں ہم
اللہ سے محبت کر
اور قہر خدا ہوگا

☆ ☆

دل میں نہ رکھو کینہ
نفرت کی پرچھائیں
پریم سے پیش آؤ
وہ جل جاتا ہے
جگ میں ہے اگر جینا
جس پر بھی پڑ جائیں

زیر نظر مجموعہ کے آخر میں چند "عید کے ماہیے" بھی شامل کیے گئے ہیں، چونکہ یہ ماہیے مخصوص موضوع پر ہیں اس لیے اُس سے متعلقہ بعض روایات اور معنویت کو بھی ظاہر کرتے ہیں اور محظوظ ہونے کے مواقع فراہم کرتے ہیں، بھلا آپ اس لذت سے کیوں محروم رہیں:

دل میں نہ کدورت ہو
دن کتنا سہانا ہے
عید کا ہر لمحہ
محبوب سے ملنے کا
پیغامِ مسرت ہو
کیا خوب بہانا ہے

☆ ☆

نادم بلخی

ماہیا کی داستان اور اس کا اہم کردار
ساحر شیوی

ماہیا پنجابی لوک گیتوں کی ایک ایسی صنف ہے جو صدیوں سینہ بہ سینہ اپنا ارتقائی سفر طے کرتے ہوئے پنجابی ادب کے ایوان میں داخل ہوئی۔ اس کا نام سنتے ہی سوچ کی نگاہ غیر منقسم بھارت کے خطہ پنجاب کی جانب مرکوز ہو جاتی ہے۔ ماہیا جسے ہم کہتے ہیں شروع میں یہ گیت کی حیثیت رکھتا تھا اور کئی ناموں سے پکارا جاتا رہا اس کا ایک نام بگرو بھی رہا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ بگرو ایک اچھا گیت گانے والی طوائف تھی بہت گوری چٹی، بگا گورے اور سفید رنگ کو کہتے ہیں (بحوالہ پنجابی ماہیا، امین خیال ماہیا نمبر، ص ۲۸)۔ امین خیال کے مطابق ماہیا کو ٹپا بھی کہتے ہیں جیسا کہ انہوں نے گلبن ماہیا نمبر، ص ۲۸ میں کہا ہے۔ ماہیا کی وجہ تسمیہ میں ایک نام بالو کا بھی ہے جو محمد علی نامی ایک عاشق کی معشوقہ کا پکارو نام تھا (ص ۲۹) وجہ تسمیہ میں ایک اور نام آتا ہے وہ پنجاب کے مشہور عاشق عزت بیگ کا ہے جو مہیوال کے نام سے مشہور تھا اور اپنی معشوقہ کی بھینس چراتا تھا مہیوال بھینس چرانے والے کو کہتے ہیں، کہا جاتا ہے کہ مہیوال ہی سے ''ماہی'' کا لفظ نکلا اور آخر میں ''الف'' لگا کر ندا بہ حیثیت اختیار کرتے ہوئے ''ماہیا'' بن گیا۔ امین خیال صاحب کا کہنا ہے کہ پنجابی ماہیا پورے پنجاب کے دل کی دھڑکن بن گیا اور وہاں کی رومانی زندگی کا چہرا مہرا اس میں سمایا گیا۔

جب یہ پنجابی ادب کی حویلی میں داخل ہوا تو اس کو ادبی حیثیت سے مقبولیت ملنے لگی اور رفتہ رفتہ یہ پنجاب سے باہر بھی مقبول ہونے لگا۔

ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی کا کہنا ہے کہ اردو میں ماہیے کی بنیاد ڈالنے والے چراغ

صی کاشمیری، سلطانہ مہر، نواب اعظم، اقبال حیدر نے اس صنف کو اپنا کر مذکورہ بالا ممالک میں
سے مقبول بنایا جس کا اندازہ شاہدہ ناز کے پیش کردہ منظر نامہ مطبوعہ گلبن نمبر دو ماہی ص ۱۱۱ تا
ں ۱۱۳ سے ہوتا ہے جس میں موصوفہ نے ان تمام اہم مضامین کا احاطہ کیا ہے جو اب تک اس
ف سے متعلق مشاہیر اہل قلم (اردو) کے شائع ہوئے ہیں جن کی مجموعی تعداد ۲۸ ہے بلکہ اب
ب اور بھی اس میں اضافہ ہو چکا ہے۔ موصوفہ نے ماہیے پر شعرا کرام کی کتابوں کا جو ایک
وشوارہ پیش کیا ہے اس کی بھی ایک اچھی خاصی تعداد ہے مثال کے طور پر امین خیال کے
یوں کا مجموعہ ''یادوں کا سفینہ'' حیدر قریشی کا ''محبت کے پھول'' نذیر فتح پوری کا ''ریگ
اں'' اور ایک اور ماہیوں کا مجموعہ ڈاکٹر وزیر آغا کی نذر بعنوان ''مٹھی بھر ماہیے'' شائع ہو چکا
ہے۔ ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی کا مجموعہ ''رم جھم رم جھم'' جس میں درجہ ذیل ماہیا نگاروں کے
ہیے ہیں، امین خیال، نظیر فتح پوری، پروین کمار اشک، یوسف اختر، سعید شہاب، انور مینائی،
س احمد، ضمیر اظہر اور مناظر عاشق ہرگانوی کی تخلیقات ہیں۔ ضمیر اظہر مرحوم کا مجموعہ ''پھول کی
ہانی'' اختر یوسف کا ''دل حجرہ'' بشارت احمد بشارت کا ''ساجن ہرجائی''، ''نیلا گگن''
الفقار حسن کا مجموعہ زیر ترتیب ہے اور فراغ رہوی کا مجموعہ ''چھیاں چھیاں'' ہے۔

ماہیے کے مذکورہ بالا مجموعوں کے علاوہ بھی اور مجموعے زیر ترتیب ہیں یا شائع ہو چکے
ں گے جن کے نام یہاں پر اس لیے درج نہیں ہیں کہ میرا یہ مضمون طوالت اختیار کر لے گا۔
س وقت مرے پیش نظر ایک مشہور ماہیا نگار جناب ساحر شیوی ہیں جن کا اوپر ذکر ہو چکا ہے ان
ے ماہیوں کا مجموعہ ''وادیٔ کوکن'' میرے پیش نظر ہے۔ اس کتاب کا ناشر بزم تخلیق ادب
لستان کراچی ہے۔ یہ کتاب جون ۱۹۹۹ء میں شائع ہوئی قیمت سو روپیہ ہے۔ کتاب کا
نساب مشہور محقق و ناقد اور معروف شاعر جناب انور شیخ کے نام ہے۔ اس کتاب اور صاحب
تاب سے متعلق تین مضامین ''دیارِ مغرب میں بسنے والا ایک منفرد ماہیا نگار'' (عبدالقوی
ﺎء) ''ساحر شیوی کے ماہیوں میں اظہار بیان کی قدرت'' (مناظر عاشق ہرگانوی)، ''ساحر
یوی اور ان کے ماہیے'' (شاہین فصیح ربانی) ہیں۔ اس کتاب میں ماہیوں کی مجموعی تعداد ۳۹۵
ہے۔ ''وادیٔ کوکن'' اور ساحر شیوی پر روشنی ڈالتے ہوئے جناب عبدالقوی ضیا نے ساحر شیوی
ے ماہیوں کی چار خصوصیتیں بتائی ہیں ان کے مطابق پہلی جہت پنجابی ماہیوں کی ہے جس میں

اس طرح جو ۱۱ عدد ماہیے اس حصے میں ہیں ان میں خدا کے واحد ہونے کی نشاندہی
جاتی ہے، زندگی اس کی بخشی ہوئی نعمت اور اللہ کی قدرت کہا جاتا ہے۔ ہر جگہ اس کو موجود کہا
ہے اور یہ عرض کیا گیا ہے کہ جو اس کو بھلا دیتا ہے وہ انسان نہیں بلکہ ابلیس کا بیٹا ہے۔ اسے
کا دریا کہا گیا ہے اور مکہ میں جو اللہ کا گھر ہے اس کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ وہاں
ت کی بارش ہوتی ہے۔ اس کے بعد ماہیوں کا دوسرا حصہ ہے جس میں مجموعی طور پر سات عدد
ہ ماہیے ہیں۔ پہلے ماہیے میں قرآن حکیم کو وحی کامل تسلیم کرتے ہوئے حبیب کبریا کے ذریعہ
کے نزول پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

قرآن جو کیا نازل
تو نے محمدؐ پر
ہے یہ وحیٔ کامل

اس حصے میں زیادہ تر ماہیے ایسے ہیں جن میں شاعر محبوبِ خدا کے در پر حاضری کا
زومند نظر آتا ہے۔ مثلاً

مہلت ملے جینے کی
اللہ اگر چاہے
نیت ہے مدینے کی

کتاب کے تیسرے حصے کے سارے ماہیے جناب انور شیخ سے متعلق ہیں جن کی کل
اد سولہ ہے۔ انور شیخ کی شخصیت معروف ہے وہ ایک مایہ ناز شاعر، محقق، دانشور اور ناقد کی
یت رکھتے ہیں۔ جناب ساحر شیوی ان کی ذات سے بہت متاثر نظر آتے ہیں اسی کا یہ نتیجہ
کہ ساحر شیوی اپنی اس کتاب ''وادیٔ کوکن'' کا انتساب موصوف کے نام کرتے ہیں اور اس
ب کے تیسرے حصے میں جتنے ماہیے ہیں وہ سب کے سب نذر انور شیخ ہیں۔ ان ماہیوں میں
ر شیوی صاحب نے انور شیخ کو ایک ممتاز فنکار، ایک فیاض اور حق گو انسان تسلیم کیا ہے جس
سبب ان سے کچھ لوگ ناراض بھی رہتے ہیں۔ ان کو ہر صنف کا ماہر بھی بتایا گیا ہے۔ انہیں
و کا ایک بڑا ہمدرد کہا گیا ہے۔ انگاروں سے کھیلنے والا بتایا گیا ہے۔ روحِ ادب تسلیم کیا گیا
۔ صاحب اردو کہہ کر شعر کی خوشبو پھیلانے والا کہا گیا ہے اردو ہی کے لیے ان کا جینا اور

اہم موضوعات ہیں انہیں اپنے ماہیوں میں پیش کرنے کی کوشش بلیغ کی ہے اس طرح اس کتاب کے اندر ایسے ماہیے بھی کافی ہیں جن میں معاملات حسن وعشق پیش کیے گئے ہیں۔ شاعر محبوب کی ذات کو مقدم تسلیم کرتے ہوئے یہ کہتا ہے کہ اس کی آمد زندگی کی بہار اور وجہ قرار ہے۔ دیکھئے اس خیال کو کس طرح پیش کیا گیا ہے۔

ہستی میں بہار آئے
آپ اگر آئیں
ہر شے کو قرار آئے

انسان جب تک زندہ رہتا ہے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اُسے غم سے گذرنا ہے اور اس کے نتیجے میں وہ اپنی زندگی سنوار سکتا ہے نئی دنیا پیدا کرسکتا ہے بہر الم میں ڈوب کر جینے کا وسیلہ حاصل کرسکتا ہے، دنیا میں دولت بڑی چیز نہیں سب سے بڑی چیز عزت ہے اور یہ ایک بہت بڑی بات ہے اس شخص کے لیے جو اپنے پاس ذلت نہیں رکھتا۔ سارا معاشرہ فی زمانہ گھٹن رکھنے والا ایک گلشن ہے یہ دور ہی ایسا ہے کہ گلشن کے ہر پھول میں چبھن کی کیفیت ہے۔ سچائی پر اگر گامزن ہے تو جھوٹ کا رخ موڑ کر کامیابی حاصل ہوسکتی ہے۔ یہ کیسی زندگی ہے جس کے تحت انسانوں کو فٹ پاتھوں پر سونا پڑتا ہے گھٹ گھٹ کے جینا پڑتا ہے لیکن چاک گریباں کو سینا بھی ضروری ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انسان نہ مردہ ہے نہ زندہ خوف کا عالم طاری ہے چنانچہ اپنے سائے سے بھی ڈرتا ہے گاؤں اور شہر دونوں جگہ کی ایک حالت ہے۔ جو کسی بھی جگہ اچھی نہیں فتنہ گروں کی بھیڑ ہے جو فتنہ برپا کرنے کے لیے اپنے چہرے پر روز نیا چہرا لگاتے ہیں۔ زندگی اجیرن ہے اور نظر کے سامنے کھودا ہوا مدفن ہے۔

جب معشوق خوابوں میں آتا ہے تب وہ دلکش روپ لیے خوابوں کو سجاتا ہے۔ تنہائی کا عالم بڑا پر حول ہوتا ہے اور رات بے کیف ثابت ہوتی ہے، ضروری یہ ہے کہ عداوت کے خلاف محبت کے پیانے کو لبریز کیا جائے، محبت کا یہی دستور ہے کہ عاشق کو مرنے کے لیے ہر وقت تیار رہنا چاہیے۔ محبوب کی تصویر کو سامنے رکھنا چاہیے۔ زندگی فانی ہے اک غم ناک کہانی ہے، عشق کی فکر میں یہ نہیں بھولنا چاہیے، زندگی شراروں سے بھرپور ہے، پیار کی راہوں میں کانٹے ہی کانٹے ہیں لیکن ان سے گذرنا بھی ہے پہلو میں شکستہ دل ہے دور منزل ہے لیکن چلتے

گاڑی کا چکہ جام ہو جاتا ہے ہار اگر ہے تو جفا و جور سے باز آنا چاہیے محبت کا حق ادا کرنا چاہیے۔ جینے کی فطرت اگر ہے تو موت سے لڑنے کی ہمت پیدا ہوتی ہے۔ جینا بہر حال مجبوری لیکن پیٹ کی خاطر مزدوری بھی ضروری ہے، حق سب کا ادا کرنا چاہیے اور جو اپنے ہیں ان سے وفا کرنا چاہیے۔ گمنام مرنا مناسب نہیں اور محبت گمنامی کو مٹا دیتی ہے، دل اک ایسا خزانہ ہے جسے کوئی چرا نہیں سکتا نفرت نہیں بلکہ چاہت زندگی کے لیے ضروری ہے ورنہ حیا کا منھ دیکھنا پڑے گا میں کسی سے کمتر نہیں بے بل بھی نہیں کوئی مرا دشمن ہے تو ہوا کرے میں تو پیار کا ساگر ہوں جو غفلت کی نیند سوتے ہیں خدا ان سے دور ہو جاتا ہے اور وہی تکلیف اٹھاتے ہیں ہر وقت ماضی کا فسانہ دہرانا ٹھیک نہیں بلکہ یہ دیکھنا چاہیے کہ زمانے کا رخ کدھر ہے، صبح کا بھٹکا ہوا اگر شام کو گھر آ جائے تو یہ بہت بڑی بات ہے، زلفوں کے سائے میں جس عاشق نے زندگی گزاری اس کا سپنا سچ ہو جاتا ہے، برسات کے موسم میں اگر پیاس لگے تو یہ عجیب بات ہے، کسی پر ظلم نہیں ڈھانا چاہیے اگر ایسا ہو تو ظلم نہ ڈھانے والے کا مصیبت کے مارے پر بہت بڑا احسان ہوگا انسان کی زندگی ایک گورکھ دھندا ہے جس میں نہ چاند نہ سورج صرف آکاش ہی آکاش ہے ہمیں اسے تعمیر کے بارے میں سوچنا چاہیے اس طرح تنویر کی باتوں سے ظلمت میں اجالا ہوگا وہ عورت جو عریانی کو اپناتی ہے وہ اچھی نہیں۔ غم میں بھی گذر ہو جاتا ہے اس لیے کہ ہر شب کی کوئی سحر بھی ہوتی ہے۔ اگر آسمان کا رنگ کالا ہو تو اُسے خطرے کی گھنٹی سمجھنا چاہیے جو اپنا وطن ہے اپنا ہی ہے ہر حال میں اس کو جان سے پیارا سمجھنا چاہیے محبت کے فانوس سے دل کے گھر کو سجا کر روشن رکھنا چاہیے۔ زندہ رہنے والے کو یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ جیسا بوئے گا ویسا ہی کاٹے گا کہ جیسی کرنی ویسی بھرنی ہوتی ہے۔ ہر کام کو کرنے سے پہلے اس کے انجام کے بارے میں سوچنا چاہیے۔ نفرت بہر حال نہیں کرنا چاہیے لیکن جو الفت کے لائق نہیں اس سے الفت بھی نہیں کرنا چاہیے۔ آلام کو بھلانے کے لیے دو گھونٹ پی لینا ضروری ہے۔ زندگی کا یہی تقاضا ہے رائی کا پہاڑ نہیں بنانا چاہیے۔ محبت کی خوشبو رکھنے والی بات جادو کا اثر رکھتی ہے۔ میں تقدیر سے لڑنے کا قائل ہوں لاکھ پھسلتا رہوں لیکن آگے بڑھتا ہی رہوں گا۔ جھوٹے لوگوں کا انجام برا ہوتا ہے۔ یاروں کی شرارت سے واقف رہ کر شرافت سے جینا بہت بڑی بات ہے۔ شکارِ غم ہو کر بھی ہنستے ہوئے آنسو پی لینا چاہیے۔ یہ سوچنا چاہیے کہ مشکل حالات میں ہر گام پر قاتل

کہ گھر کو سجا کر رکھے اور اس کے راستے میں پھول بچھا دے۔ مرا یہی شیوہ ہے کہ غنچے کی طرح کھلا رہتا ہوں۔ اپنا ہو یا پرایا سب سے ملتا رہتا ہوں دیسی شراب پینے سے کیا فائدہ جو نشہ آور نہیں ہو یعنی بے کار کا جینا چاہیے زندگی عبرت سے بھری ہے۔ زندہ ہوں یہ زندہ رکھنے والے کی عنایت ہے۔ آنکھوں میں آنسو ہے دل ٹوٹا ہوا ہے اس لیے ذہن بھی بے قابو ہے جب پھول نکھرتے ہیں تو یار سے ملنے کے لیے ہم بھی بن ٹھن کر نکلتے ہیں آج کی فضا عجیب ہے نہ معلوم یہ کیسی ہوا چلی ہے فضا ایک دم مکدر ہے۔ سڑکوں پر لہو نظر آتا ہے پتا نہیں کون کس کا دشمن ہے جس کا لہو سڑکوں پر ہم دیکھ رہے ہیں۔ میں جس دیس میں رہتا ہوں وہاں صرف چھاؤں ہی نہیں دھوپ بھی سہتا ہوں۔ جلتی ہوئی شمع کے آگے جو پروانہ آتا ہے تو وہ اپنی جاں گنوانے کے لیے ہی آتا ہے۔ یہ ضروری ہے کہ دنیا پر نظر رکھی جائے اس لیے کہ آسمان پر اڑنے کے لیے پر چاہئیں سبھوں کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ایک نہ ایک دن انہیں مرنا ہے اور زندگی میں کانٹوں سے گذرنا۔ فرقہ پرستی بری بلا ہے فرقہ پرست ماحول میں جینے کا چارا نہیں ہے۔ اس نے تڑپا تڑپا کے ہمیں مارا ہے۔ زندگی بسر کرنا آسان نہیں لیکن مرنا بھی دشوار ہوتا ہے اندھیرے دل والے کے لیے روشنی والا کوئی سویرا نہیں ہوتا۔ یہ کیسی سیاست ہے کہ تہذیب کے نام پر نفرت کو چھوٹ ملی ہے۔ آشفتہ یادوں میں وقت ٹھیک سے نہیں کٹتا اس لیے کہ اس کے نظارے بے رنگ ہوتے ہیں۔ محبوب مجھے نہیں کہتا ہے کہ اگر وہ مرا ساتھ دے تو آلام پی پی کر بھی آرام سے جی لیں گے محنت کرنے والے بے نام نہیں مرتے اس لیے کہ وہ محنت کرنے سے ڈرتے نہیں ہیں مانگنا ہے تو خدا سے مانگو مایوسی کو درکنار کرو اس طرح فیضان دعا حاصل ہوگا تم جو تعصب کی آگ لگاتے ہو یہ بات اچھی نہیں تیری تلخی کی باتیں ایسی ہیں جیسے اندھیری راتوں میں دشمن چھپ کر بیٹھے ہوں۔ محنت مراد بخش ہوتی ہے وہ بہار کا پیغام لے کر گلشن ہستی میں آتی ہے۔ یادوں سے اگر دغا کیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دشمن سے وفا کی جو فسادی لوگ ہوتے ہیں ان کا دل پتھر ہوتا ہے وہ صرف ظلم ہی کے عادی ہوتے ہیں۔ میں جانثار ہوں کہ بندۂ خاکی ہوں صرف اللہ کی ذات باقی ہے۔ تم مجھے الزام نہ دو مرے دل کے ہر گوشے میں تمہارا نام لکھا ہے۔ محبوب کی آمد نے رات سہانی کر دی تھی اور تاروں کو جوانی آئی تھی۔ سیرت کو صورت پر فوقیت حاصل ہے چہرا بدصورت سہی۔ ایسے بھی رہزن ہیں جو رہبر کے بھیس میں قوم سے دشمنی کرتے

قابل تھی۔ مذہب سے نفرت نہ کر اللہ سے محبت کیا کر۔ میں نے تمہیں دل دیا ہے بدلے میں تم نے مجھے غم دیا ہے اس کے باوجود میں چاہتا ہوں کہ اللہ تمہیں خوش رکھے۔ جو دولت کے بھوکے ہوتے ہیں طاقت کے بل بوتے پر جان بھی لے لیتے ہیں۔ کسی کو خواب نہ دکھایا کرو بلکہ سچ کہو۔ بات چھیڑ کر کرنے سے پہلے ڈرتے کیوں ہو۔ مجھے اپنے بانہوں میں کھینچ لو یہ گناہ لذت آمیز ہے۔ انگلینڈ میں رہنے والے بھارت سے پیار کرتے ہیں بلا سے انہیں کوئی ناشکرا کہے۔ مفت کی کھا کر تقدیر کو کوسنا ٹھیک نہیں۔ جوش جوانی میں منہ کالا کرنے سے بہتر ہے مرجانا۔ ویسے مرنے کا کچھ غم نہیں اگر زندہ رہنے کا پاس دم ہے۔ سوچتا ہوں کہ روز جزا وہی ہوگا یعنی ہم پشیماں ہوں گے اور قہر خدا ہوگا آپس ہی میں اگر گولی چلنے لگے تو انجام الفت کی رسوائی ہے بربادی حرمت سمجھنا چاہیے جس کی چال بدخو ہے اسے مت چھیڑو ورنہ اس کے بدن سے شعلے بھڑکیں گے۔

اس کی منزل جدا سہی مجھے جینے کے لیے وفا کافی ہے۔ آنکھوں میں اس کی حیا سینے میں دل ناداں سہی یہی سوچتا ہے کہ بلا دور ہو، وہ واقعی تاج کی رانی ہے اگر حسن کے ساتھ ساتھ بھرپور جوانی ہے۔ ہم ایک کمرے میں رہتے ہیں اس طرح کہ ایک دوسرے کے دکھ درد میں کام آتے ہیں۔ اوروں کی نگاہ مین رانی سہی میرے لیے سپنا اور کہانی ہے جو میری نہیں۔ دل کہتا ہے کہ کس کس کو جگاؤ گے انسانیت تو سوئی ہوئی ہے کسے انسان بناؤ گے پیار کی بولی کو دولت سے نہ تولو، جو سچ ہے وہی بولو جو یاروں سے جھگڑتے ہیں تقدیر سے لڑتے ہیں اس میں ہمت بھی نہیں رہتی۔ گھبرانے سے کوئی کام نہیں ہوتا یہ ٹھان لو کہ زندہ رہنا ہے مرجانے سے کچھ نہیں ہوگا، آج کے اس عہد کو کیا کہا جائے شہروں اور گاؤں میں انسان ایک بھی ہزاروں میں نہیں ملتا۔ دل میں کینہ نہ رکھو۔ پریم سے پیش آؤ اگر اس جگ میں جینا ہے۔ میری خواہش ہی رہتی ہے کہ پیار کی ان نگاہوں سے مئے پی کر جی لوں۔ وہ سچ بھی عجیب ہوتا ہے جو ہنسنے والے کو رلا دیتا ہے اور رونے والے کو ہنسا دیتا ہے۔ جوانی کیا ہے بس اتنا سمجھ لو کہ یہ ہیجان کی شراب ہے جب اس نے پیار کیا تو ساتھ جینے کا اقرار بھی کیا۔ میں اس حقیقت سے انکار نہیں کرتا کہ زانوئے دلبر پر مرنے کی آرزو رکھتا ہوں۔ زندگی شراب میں مت ڈھونڈھ اس طرح عذابوں میں ڈوب جائے گا۔ اس کا جمال خوش رو ہے۔ کیا دیکھنے کے باوجود اس نے کبھی حال بھی

مٹانے والے جان لیں کس میں ہمت ہے جان کے لالے پڑیں گے۔ دل ایک ایسا ساز ہے جس سے درد کی آواز نکلتی ہے دل جو گلشن کی طرح ہے۔ خزاں کے موسم میں مدفن ہو جاتا ہے۔ یہ بھی کرم کرنے والے کا کرم ہے کہ میں درد کی لذت سے محروم نہیں۔ ذلت کا جینا مجھ سے نہیں ہوگا۔ میں تو قہر چاہتا ہوں۔ اعمال بدتر ہوں تو جینے کا خوف بھی رہتا ہے اور انسان مرتا بھی نہیں جو ہر موسم میں جینا جانتا ہے غم کی پروانہیں کرتا آلام میں لب سینا شکوہ نہیں کرنا اور اوروں کے لیے جینا بھی انسان کو چاہیے۔ اگر اچھا آغاز ہو تو انجام پر ناز ہوگا۔ لٹ جس کی بل کھاتی ہے جانے کون ہے جو کمر لچکاتی ہے جب اس کو دیکھا تو دل دھک دھک کرنے لگا جینے کی باتیں کرنا چاہیے زمانے سے ٹکر لے کر گھٹ گھٹ جینا بہتر نہیں وہ اپنے ساتھ دل بھی لایا ہے جو باتی بن کر مانگ بھرنے آیا ہے۔ شہر میں کیا ہوتا ہے یہ رونے والے آدمی سے پوچھو۔ کام ویسا کرو جس سے پیسا حاصل ہو تبھی وقت تمہارا ہوگا۔ جس نے کچھ نہ سوچا نہ سمجھا اس کا وقت زندگی بھر یوں ہی گذرا جو بولنا ہو بولو لیکن دنیا سے دل کا راز مت کھولو رونے والا کیوں روتا ہے وہ اپنے سپنوں سے پوچھے ایک لڑکی جو دفتر میں ہے بولتی کم ہے لیکن منظر میں ہے۔ جب موت کو آنا ہی ہے تو پھر ڈرنا کیا اس نے کس کو بخشا ہے۔ ہم نے تم کو دیکھا تم نے ہم کو دیکھا لیکن کیا اس کے آگے بھی کچھ سوچا۔ گوروں کا یہ دیش جس میں رہتا ہوں ایسا ہے جیسے پھولوں کا موسم۔ وطن کی یاد آئی اپنے کوکن کی دھرتی کتنی اچھی لگی۔ بزم سخن میں آؤ تو کچھ ماہیے بھی لاؤ۔ جو صبر کرے گا اللہ کا وہ بندہ اس کا میٹھا پھل پائے گا میں ایک انسان ہوں جو دل میں لاکھوں غم لیے ہے لیکن رخ پر مسکان ہے۔ سرد ہوا چلتی ہے مگر دل کے اندر شمع جلتی رہتی ہے۔ میری فطرت کسی کو دھوکا نہیں سکھلاتی۔ ایسے جینے کو میں ذلت سمجھتا ہوں۔ شہر میں گھر رکھنا مشکل ہے اگر ہاتھ میں زر نہ ہو، فکر میں جو ڈوب کر بیٹھا ہے اس کو لوٹنے والا اس کا بیٹا ہے دنیا آنی جانی ہے ہر شے فانی ہے دیکھ کر اسے مت للچا، جینا آسان نہیں ہے جینے کے لیے خوف کے مارے ہونٹوں کو سینا پڑتا ہے، انصاف کرنے والے ایسے بھی عادل ہوتے ہیں جو زر کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ تعلیم ایک ایسی دولت ہے جو چوری نہیں ہوتی یہ ایک امانت ہے۔ نیکی کے بیج ہی بوتے رہنا چاہیے گناہ کا ساتھ نہیں دینا چاہیے ورنہ سر پر ہاتھ رکھ کر رونا پڑتا ہے۔ انسان ہو کر ڈر کے چڑھتے سورج کی پوجا کیوں کرتے ہو۔ بستی میں شور برپا ہے چلو چل کر دیکھیں پانی میں آگ لگی ہے۔

شریعت کے علم بردار نظر آتے ہیں۔ بشر کی زندگی میں عشق بھی ہے حسن بھی ہے زندگی بھی ہے موت بھی ہے گھر بھی ہے وطن بھی ہے پردیس بھی ہے سارا انسانی معاشرہ بھی ہے اور عالم گیر انسانی برادری بھی ہے۔ ان کے جتنے اہم موضوعات ہیں شاید ہی کوئی ایسا موضوع ہے جو شاعر کی نگاہ سے پوشیدہ رہ گیا ہو۔ شاعر صرف سامنے نظر گاڑ کر دو آنکھوں والا انسان ہے نظر نہیں آتا بلکہ وہ تین نگاہوں والا فرد نظر آتا ہے جو ایک نگاہ سے ماضی کو دیکھتا ہے دوسری کو حال پر جمائے رکھتا ہے اور اس کی تیسری نگاہ مستقبل کی طرف اٹھی ہوئی مسائل سے نپٹ کر اس کا حل تلاش کرنا اور منزل مقصود کا رستہ تلاش کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ اس طرح شاعر کے سامنے جو معاشرہ ہے اس کا ایک پہلو تو جبریہ ہے اور خیر کے پہلو کا وہ ہم نوا نظر آتا ہے لیکن معاشرے سے متعلق جو شر کے پہلو ہیں انہیں دیکھ کر وہ صرف متفکر ہی نہیں بلکہ ناقد بھی نظر آتا ہے افسوس کے ساتھ مجھے کہنا پڑ رہا ہے کہ اس کی مثالیں میں پیش نہیں کرسکتا کیونکہ مضمون بہت طویل ہوگیا ہے مختصراً یہ عرض کر رہا ہوں کہ شاعر کی نگاہ سے سیاست جو ملکی ہو یا عالمگیر اور سیاسی نظام جو ان کے لیے پریشان کن فی زمانہ بن گیا ہے۔ ساحر شیوی بے باکی سے ان خرابیوں کی انگشت نمائی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس مجموعے میں رومانی اور عشقیہ ماہیے جتنے ہیں ان کی پیش کش ایسی کہیں نہیں ہے کہ انہیں معیوب کہا جائے یا فحش نگاری کا الزام لگایا جائے۔ رومانی ماہیے اس ماہیے میں کم نہیں ہیں اور اور اس کا رومان واقعی رومان بن کر ان ماہیوں میں آتا ہے۔ رومان کی اصل تعریف کیا ہے انگریزی میں اس کی تعریف یوں کی گئی ہے۔

"Strangers mingled with beauty"

جتنے ماہیے اس میں ہیں ان کی بنیادی خوبی یہی ہے۔ ماہیوں کو پڑھنے پر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ شاعر ایک پکا مسلمان ہے جو توحید اور رسالت پر یقین کامل رکھتا ہے اور ایسے ماہیے جن کو پڑھنے کے بعد قرآن حکیم کی آیات کی طرف ذہن مبذول ہوجاتا ہے۔

بہ حیثیت مجموعی ان ماہیوں کو پڑھنے کے بعد یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ زندگی میں زندگی سے فرار کو ساحر شیوی کبھی پسند نہیں کرتے۔ زندگی آرام سے بھرپور ہے اس کا احساس شاعر کو فراریت کی طرف نہیں لے جاتا بلکہ رجائیت کا جذبہ بخشتا ہے اور اس طرح انسانوں کی حوصلہ افزائی کرنے والے فنکار ساحر شیوی اپنی ماہیا نگاری کی بساط پر نظر آتے ہیں۔

ڈاکٹر فراز حامدی۔ جے پور

وادیٔ کوکن کی سیر

کوکن ہندوستان کا ایک خوبصورت تفریحی مقام ہے جہاں دور دراز سے لوگ فطری مناظر سے لطف اندوز ہونے کے لیے آتے ہیں۔ لیکن یہاں ''وادیٔ کوکن'' سے مراد جناب ساحر شیوی کے ماہیوں کے اس مجموعے سے ہے جس کا نام انہوں نے وادیٔ کوکن رکھا ہے اور جسے بزم تخلیق ادب پاکستان کراچی نے بصد اہتمام شائع کیا ہے۔ ساحر شیوی اگرچہ دیارِ مغرب میں بستے ہیں مگر وطنی موانست انہیں یہ کہنے پر مجبور کر دیتی ہے ۔

اٹھا ہے جو اک شاعر وادیٔ کوکن سے کہتے ہیں جسے ساحر

دنیائے اردو ادب میں ساحر شیوی کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ بہ حیثیت شاعر ان کے کئی مجموعہ ہائے کلام زیور طباعت سے آراستہ ہو کر سخن شناسوں سے داد و تحسین پا چکے ہیں بنیادی طور پر غزل کا شاعر ہوتے ہوئے بھی ساحر شیوی نے مختلف اصناف میں طبع آزمائی کی ہے۔ ''وادیٔ کوکن'' ان کی ماہیا نگاری کی سند بہم پہنچاتی ہے اور ان کی قادر الکلامی ثابت کرتی ہے۔

پیشِ نظر ماہیوں کا مجموعہ ایک سو چونتیس (۱۳۴) صفحات پر محیط ہے اور کم و بیش چار سو (۴۰۰) ماہیے اشاعت پذیر ہیں۔ صفحہ ۶ سے بیسویں صفحے تک پیش گفتار کے طور پر کینیڈا کے ڈاکٹر عبدالقوی ضیاء نے ساحر شیوی کی شخصیت و شاعری پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے اور ان کی ماہیا نگاری کا تنقیدی جائزہ لیا ہے۔ مابعد ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی اور شاہین فصیح ربانی کے تاثرات ملتے ہیں۔ ماہیوں کے ایک سرسری مطالعہ سے ہی بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ انہوں نے بڑے پیار سے ماہیے لکھے ہیں۔ موضوعات کی موصوف کے پاس کمی نہیں، ان کا دائرہ خاصا وسیع اور متنوع ہے۔ تمام ماہیے شعری لطافتوں سے معمور اور عصری تقاضوں سے بھرپور ہیں۔

شائع ہوتی رہتی ہیں اور عالمی سطح پر پھیلے ہوئے اردو قارئین موصوف کے شعری کردار کی اداکاریوں سے بخوبی واقف ہیں اور ان کی تخلیقات کو بڑے ذوق وشوق اور احترام کے ساتھ پڑھتے سنتے اور محسوس کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں ساحرؔ شیوی کی شعری وادبی خدمات کے پیش نظر ان کے فن اور شخصیت پر ہندوستان میں بمبئی یونیورسٹی کے شعبہ اردو وفارسی کے ایک ریسرچ اسکالر ہاشم عبدالرزاق دھامسکر نے ایم فل کی ڈگری حاصل کی ہے اور ایم فل کے اس مقالے کو بہ عنوان ''ساحرؔ شیوی۔ حیات اور شاعری'' کوکن اردو رائٹرز گلڈ نے کتابی شکل میں شائع کر کے نہ صرف ساحرؔ شیوی نوازی کا ثبوت دیا ہے بلکہ اردو شعر وادب سے گہری وابستگی کا بھی اظہار کیا ہے۔ اس کتاب کی اشاعت نے اردو دنیا میں ایک خوشگوار فضا تیار کی ہے اور ساحرؔ شیوی کے فن اور شخصیت کے مختلف پہلو بھی اجاگر ہوتے ہیں۔

بحیثیت انسان ساحرؔ شیوی ایک مستقل مزاج اور پر اعتماد انسان ہیں۔ وقت سے سمجھوتہ کر کے چلنا ان کی عادت میں شمار ہے۔ موصوف افریقہ کے مشہور ومعروف شہر نیروبی میں مسلسل ۳۵ سال تک رہے جہاں مشہور زمانہ محقق ونقاد کالی داس گپتا رضا قیام پذیر رہے۔ یقیناً یہ دور نیروبی کے لیے تاریخ کا ایک زریں دور تھا جس میں انگنت مشاعرے ہوئے اور اردو شعر وادب کی شمعیں روشن ہوئیں۔ گپتا رضاؔ صاحب کے نیروبی سے بمبئی آنے کے بعد ادبی شمع کو ساحرؔ شیوی نے بڑے اہتمام اور احترام کے ساتھ روشن رکھا۔ عالمی شہرت یافتہ اہلِ قلم حضرات کا نیروبی میں آنا جانا لگا رہا۔ ادبی کتابوں کی تقریبات اجراء ہوتی رہیں اور شعر وادب کا سفر جاری وساری رہا۔ ۵۔۶ سال پہلے اس شہر وملک کو ساحرؔ شیوی نے خیر باد کہا اور برطانیہ کے مشہور شہر لیوٹن میں قیام پذیر ہو گئے۔ گذشتہ ۵ سال سے لیوٹن بھی اردو شعر وادب کا مرکز بنا ہوا ہے اور اس کا کریڈٹ بجا طور پر ساحرؔ شیوی صاحب کو پہنچتا ہے اور وہ اس لیے کہ ساحرؔ شیوی ایک صحافی بھی ہیں جن کی ادارت میں لیوٹن سے ایک اردو سہ ماہی ''سفیر اردو'' گذشتہ دو سال سے باقاعدگی کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔ ساحرؔ شیوی کی صحافت اور ادارت نے اس کم مدت میں ''سفیر اردو'' کو علمی رسائل کی صف میں لا کھڑا کیا ہے اور یہ رسالہ اردو کی بستی میں قدر ومنزلت اور چاہت کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔

ہائیکو ورلڈ کراچی پاکستان کے مدیر اعلیٰ اور مشہور ومعروف شاعر وادیب سید معراج

نظم کرنا ایک مشکل کام ہے لیکن ساحرؔ شیوی نے ان موضوعات کو نظم کرنے میں عقیدت مندی کے ساتھ مشاقی اور چابکدستی کا ثبوت دیا ہے۔ چند ماہیے دیکھئے

ذروں میں جھلک اس کی
شاہدِ فطرت ہے
تاروں میں چمک اس کی

مجھے تجھ پہ بھروسہ ہے
فکر نہیں ہے کچھ
تو رحم کا دریا ہے

پھولوں کو مہک دے دی
کوئی تو ہستی ہے
کلیوں کو چٹک دے دی

☆ ☆ ☆

مہلت ملے جینے کی
اللہ اگر چاہے
نیت ہے مدینے کی

ہے دل میں ہمارے آس
جائیں گے اک دن
محبوب خدا کے پاس

جاں آپ پہ ہے واری
آیا مدینے میں
آپ کے در کا بھکاری

ساحر شیوی کے ماہیوں میں برجستگی بھی ہے اور بے ساختگی بھی یہی وجہ ہے کہ ''وادیٔ کوکن'' میں شامل بیشتر ماہیے قارئین کے دلوں پر اثرات مرتسم کرتے ہیں اور ذہنی آسودگی عطا کرتے ہیں۔ چند ماہیے ملاحظہ فرمائیں۔

میں صبح کا بھولا ہوں
شام ہوتی ہے اب
گھر لوٹنا چاہتا ہوں

محنت سے نہیں ڈرتے
لوگ ہیں کچھ ایسے
بے نام نہیں مرتے

محنت مری کام آئی
لے کے بہاروں کا
گلشن میں پیام آئی

ساحرؔ شیوی صداقت پسند شاعر ہیں ساتھ ہی نہایت مخلص، مہذب، متواضع اور ادب نواز انسان بھی۔ اپنے دوستوں کی قدر کرنا اور بزرگوں کی عزت کرنا موصوف اپنا فریضہ سمجھتے ہیں۔ اچھے اور سچے لوگوں میں ساحرؔ شیوی کی گہری آستھا ہے اور ان کے اوصاف اور کمالات کو شعری پیکر میں ڈھالنا ساحرؔ شیوی کی عادت میں شمار ہے۔ ساحرؔ اردو زبان وادب کے پرستار ہیں اور اسے اپنی زندگی کا گرانقدر سرمایہ سمجھتے ہیں اور اس پر فخر بھی کرتے ہیں۔ ویسے تو ساحرؔ شیوی عالمی دوستی کے قائل ہیں۔ دنیا کے ہر ملک کا احترام کرنا اور وہاں کے باشندوں سے محبت کرنا ان کی عادت ہے لیکن ساحرؔ شیوی اپنے وطن عزیز ہندوستان سے ٹوٹ کر پیار کرتے ہیں اور ہر ہندوستانی کے لیے اپنے دل کا دروازہ کھلا رکھتے ہیں۔ ہندوستانی عہد بھی موصوف کو بہت پسند ہے۔ بطورِ تمثیل چند ماہیے دیکھئے

عبدالاحد ساز۔ممبئی

ساحر شیوی کے ماہیے۔ایک تنوع

ساحر شیوی صاحب فی زمانہ بلاشبہ ہماری اردو زبان وادب کی اُن چند اہم شخصیات میں سے ہیں، جنہیں اپنی ذات میں ایک انجمن کہا جاسکتا ہے۔انہوں نے اک بڑی بھری پُری ادبی و سماجی زندگی گزاری ہے اور قلمے قدمے سخنے ہی نہیں، دامے درمے بھی اردو ادب کی خدمات انجام دی ہیں۔کئی اہم ادبی اداروں کا قیام اُن کا انتظام و اہتمام اور اپنے شرکاءِ کار کے ساتھ مل کر انہیں باضابطہ اور فعال رکھنا، ساحر صاحب ہی کی پیش رفت اور تگ ودو کا نتیجہ ہے۔ان میں مقامی ادارے بھی ہیں اور عالمی حیثیت رکھنے والے ادارے بھی، جن کے تحت اہم تقاریب منعقد ہوتی رہتی ہیں اور ادبی کتابوں کے اشاعتی سلسلے بھی جاری ہیں، اُنہوں نے ابتدا میں اپنے وطن یعنی ہندوستان میں رہتے ہوئے ان خدمات کا آغاز کیا، پھر کینیا (مشرقی افریقہ) میں اپنے طویل قیام کے دوران بیش بہا کارہائے نمایاں انجام دیے اور اب گزشتہ کئی برسوں سے لندن میں مقیم ہوتے ہوئے اپنی خدمات کے دائرے کو وسیع تر کر رہے ہیں۔کوکن رائٹرز گلڈ اُن کے زیر سرپرستی ایک ایسا ہی معروف ادارہ ہے جس کی شاخیں ہندوپاک کے علاوہ نیروبی اور لندن میں بھی قائم ہیں۔

جہاں تک ساحر شیوی کے طویل شعری سفر کا تعلق ہے، وہ اب اعتماد اور سہولت کی اس منزل میں ہیں جو دشوار اور پُر پیچ تخلیقی مراحل سے گزر چکنے کے بعد نصیب ہوتی ہے۔انہوں نے خاصی پختہ کاری اور کہنہ مشقی کے ساتھ مختلف اصنافِ نظم میں طبع آزمائی کی ہے اور اپنی متنوع شعری کاوشات اپنی شعری تصانیف ''نیم شگفتہ''، ''وقت کا سورج''، ''صحرا کی دھوپ''، ''سلسلہ منتشر خیالوں کا''، ''پانچواں آسمان''، ''ابھی منزل نہیں آئی'' اور ''وادئ

کہیں بالواسطہ جلوہ گر ہے۔ کوکن کا قدرتی جمال، ہرے بھرے کھیت، پھلوں سے لدے باغات، بل کھاتی ندیاں، ساحل و کہسار کے سلسلے، نسوانی حسن، ماہی گیر، ملاح، مزدور، کسان، کلچر کے رنگ اور خوشبوئیں شعوری و غیر شعوری طور پر اُن کی شعری سائیکی کا حصہ ہیں۔ سو شاید کچھ یوں ہے کہ ہندوستان کے دیہی تمدن کی مشترکہ اثر آفرینی نے باطنی طور پر کوکن کی زمین کے پرستار اس شاعر کو پنجاب کی زمین سے اُبھی ہوئی اس ہیئتِ سخن کی طرف بے محابہ راغب کردیا ہو۔ اس سچویشن کا ایک علاحدہ رخ یہ بھی دیکھیے کہ ان ماہیوں کی تخلیق و ترسیل کا ارتباطی عمل لندن جیسے تیز رو صنعتی شہر میں ہوتا رہا۔ ماڈرن اربن زندگی کا کرب و نشاط بڑے زیریں انداز میں ان ماہیوں میں بھی دَر آیا ہے، جس کی وجہ سے ان میں عصری شعری مطابقتیں خاطر خواہ بیدار ہوگئی ہیں۔ اس کے باوجود شاعر کی اپنی زمین یعنی کوکن اور اپنی زبان یعنی اردو سے والہانہ وابستگی کہیں بھی دھندلائی نہیں ہے۔ یہی ان ماہیوں کے مجموعے کا عنوان ''وادیٔ کوکن'' قائم کرنے کا جواز بھی ہے۔ اس ضمن میں اس کتاب کے دو کلیدی ماہیے ملاحظہ کیجیے ۔

اٹھا ہے اک شاعر	وہ عاشق اردو ہے
وادیٔ کوکن سے	اس کے شعروں میں
کہتے ہیں جسے ساحر	کوکن کی خوشبو ہے

ماہیے کی صنف ہر چند کہ اردو شاعری میں پنجابی سے آئی ہے تاہم اردو ماہیے کے اوزان کو من و عن پنجابی ماہیے کے اوزان پر محمول نہیں کیا جاسکتا، اس لیے کہ پنجابی تلفظ لَے اور لہک اردو سے مختلف ہے اور پنجابی میں یہ لوک گیت کی طرح گائے جاتے ہیں جبکہ اردو میں یہ مخصوص بحر و وزن اور دروبست میں لکھی ہوئی سہ سطری نظموں کی طرح ہیں۔ ساحر نے ماہیا کو اس کی دو تین مختلف بحور و اوزان اور دوسرے مصرعے میں ایک رکن کم رکھنے کی تکنیک کی فہم اور خوبی کے ساتھ بڑے سلیقے سے برتا ہے یوں کہ معنویت بھی اجاگر ہوئی ہے اور نغمگی بھی قائم رہی ہے۔

الفاظ میں جادو ہے	خوابوں میں وہ آتے ہیں
اس کی باتوں میں	دلکش روپ لیے
الفت کی خوشبو ہے	مرے دل میں سماتے ہیں

یاری نہ رہی یاری
شہر لندن میں
جینے میں ہے دشواری

وہ ایسا لکھاری ہے
جو بھی لکھتا ہے
مفہوم سے عاری ہے

☆

شعروں کی روانی دیکھ
لہر ہے جھرنوں کی
مفہوم و معانی دیکھ

دل ایک خزانہ ہے
کون چرا لے گا
محفوظ ٹھکانہ ہے

ساحر شیوی نیک دلی اور راستی کی راہ کے مسافر ہیں اُن کی سادہ مزاجی ہی اُن کے ماہیوں کی سادگی و دلکشی بھی ہے۔ یوں بھی اُن کی شاعری غیر ضروری ابہامائیت اور پیچیدہ کلامی سے پاک ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس منتشر دور میں اپنی شخصیت کو متوازن رکھنا خود ایک قابل قدر وصف ہے۔ Abnormal ہو جانا اتنا مشکل نہیں ہے جتنا کہ اپنے آپ کو Normal رکھنا۔ ساحر کی شخصیت کے ان محاسن کو مدنظر رکھتے ہوئے اور اُن کی مجموعی شاعری کے تناظر میں اُن کے ماہیوں کے مجموعے ''وادیٔ کوکن'' سے گزرتے ہوئے، اُن کے کلام پر مصور سبزواری کی یہ رائے کیسی مناسب اور بھلی معلوم ہوتی ہے:

''یہ (اشعار) ایک آزاد ذہن اور طائرانہ تخیل کی اس بلندی سے بھی ہم آہنگ ہو گئے ہیں جو شاعری کو میکانکی کارخانوں اور لفظ ساز مشینوں سے بچا کر دلوں کی دھڑکنوں میں اتارتے ہیں۔ مشکل پسندی، ابہام وغیرہ صرف اسی وقت کارآمد ہو سکتے ہیں جب فن کار کو اپنے اندر کے انسان کا احساس ہو۔ خارجی مناظر، علامتیں، حسیاتی تلازمے، یہ سب چیزیں اس وقت قطعی بے مصرف ہو جاتی ہیں جب الفاظ اور جذبے دو متضاد سمتوں کا سفر کرنے لگتے ہیں۔ یہ بات کم اہم نہیں کہ ساحر شیوی اس تضاد سے تاحد امکاں بچے ہیں۔ ان کے یہاں سچی اور کھری شاعری ہے، جس کی اہمیت ہر دور میں رہے گی''۔

میں متعین کیے جائیں اس طرح اردو ماہیا نگاری کو مزید فروغ حاصل ہوگا۔

ساحر شیوی کا ماہیا مجموعہ وادی کوکن پیش نظر ہے۔ جس میں مصرع ثانی میں سبب خفیف کی کمی والے ماہیوں کی تعداد مساوی الوزن مصرعوں سے منسلک ماہیوں سے زیادہ ہے۔ بعض ماہیے موضوع اور مروجہ اوزان سے بے تعلق بھی ہیں۔ ذیل میں چند منتخب ماہیے درج ہیں

مساوی الوزن مصرعوں سے منسلک ماہیے۔

معصوم تھی وہ لڑکی	دن کتنا سہانا ہے
کیا ہاتھ لگا میرا	محبوب سے ملنے کا
بجلی کی طرح کڑکی	کیا خوب بہانا ہے

مصرع ثانی میں سبب خفیف کی کمی والے ماہیے۔

جس وقت گزرتے ہیں	دم ہی نہ رہا دم میں	آنکھوں میں رواں آنسو
وہ مرے کوچے سے	پیاس لگی کیسی	اور شکستہ دل
سو رنگ بکھرتے ہیں	برسات کے موسم میں	ہے ذہن بھی بے قابو

مروجہ موضوعات سے بے تعلق ماہیے:

دکھ شہر کے سہتے ہیں	ہے فرض شریفوں پر	گرتوں کو سنبھالا کر
فٹ پاتھوں پر بھی	چشم کرم کرلیں	عظمت انساں ہے
انسان ہی رہتے ہیں	بے چارے یتیموں پر	عظمت میں اجالا کر

ساحر شیوی نے خود ساختہ ارکان پر مشتمل کچھ ماہیے بھی اس مجموعے میں شامل کیے ہیں۔ مثلاً

جب غم کا ساتھ رہا	سرد ہوا چلتی ہے
ایک زمانے سے	سینے میں دل کی
مرے سر پر ہاتھ رہا	شمع مگر جلتی ہے

ساحر صاحب کو اس طرح کے ماہیے کہنے سے دامن کش ہونا لازمی ہے کہ ماہیا کی خارجی ساخت پر حرف نہ آئے۔

مجملاً یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ساحر شیوی نے وادی کوکن کے ذریعے سے اردو ماہیا نگاری کو آگے بڑھایا ہے۔ اور ان کا یہ ماہیا مجموعہ لائق تحسین اور قابل قدر ہے۔

سابقہ یادوں کو محفوظ کیے ہوئے ہے۔ فنی سطح پر شعور جب موضوع کے لحاظ سے باطنی کائنات کو متحرک کرتا ہے تب دلگداز اور کرب انگیز یادیں لفظوں کا جام پہن لیتی ہیں۔

انگلینڈ کی نو آبادیات کے وہ لوگ جو ایک ملک یا ایک کلچر اور ایک زبان رکھتے ہیں شاید ملتے ہیں تو ''الاؤ'' ان کے درمیان دہک اٹھتا ہے اور پھر سر جوڑ کر وطن کے قصے دہرائے جانے لگتے ہیں۔ ساحر شیوی کے اس ماہیے سے بھی پتہ چلتا ہے:

انگلینڈ میں رہتے ہیں
پیار ہے بھارت سے
سارے ناشکرے ہیں

تیسرا مصرع طنزیہ نہیں ہے بلکہ اس کی قرات میں وہ کسک بھی مضمر ہے جو جذبات کی عظمت کو مزید مستحکم کر دیتی ہے۔ لفظ ناشکرے کا برمحل استعمال یہاں معنی کی خوشگوار جہت روشن کرتا ہے اور ''ہیں'' کا استعمال جمع حاضر کے لیے ہے اس لیے اس میں تمام وہ لوگ شامل ہیں جو ساحر شیوی کے ہم مجلس ہیں یا وہ خود ان کے پاس بیٹھتے اٹھتے ہیں۔

ساحر شیوی کے مذکورہ ذیل ماہیوں کے مطالعے سے یہ پتہ لگانا بھی مشکل ہو جاتا ہے کہ وہ ایک تارک وطن شاعر ہیں۔

اٹھا ہے اک شاعر
وادیٔ کوکن سے
کہتے ہیں جسے ساحر

☆

اردو پہ فدا ہوں میں
اس کی راہوں میں
گر کر بھی اٹھا ہوں میں

☆

وہ عاشق اردو ہے
اس کے شعروں میں
''کوکن'' کی خوشبو ہے

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ساحر شیوی کی مادری زبان اردو نہیں ہے لیکن اس زبان سے ان کا جو لگاؤ ہے، جو عشق ہے وہ اپنی جگہ کامل ہے اور یوں وطن اور زبان سے والہانہ محبت کے جذبات مشترک ہو کر ماہیوں میں اس طرح ابھرتے ہیں کہ ان کو جدا کرنا مشکل

بے گانگی، جنسی بے راہ روی اور شراب نوشی جیسی معاشرتی خرابیوں کے مظہر ہیں۔ ان کے سیاق میں تیسرے ماہیے کے انسان کے وجود کی ہیئت پر جو سوالیہ نشان لگایا گیا ہے وہ ان کی مشرقی تہذیب کے اصولوں کے مطابق درست ہے۔ تلخ حقائق کی ترجمانی کا احساس انہیں بھی ہے۔

رس گھولتا رہتا ہوں
اپنے فسانوں میں
سچ بولتا رہتا ہوں

سچ بولنے کے لیے نرم زبان کا استعمال کیا جائے تو یہ ایلوہ '' کی کڑواہٹ کو بھی'' رس کی طرح شیریں بنانے کا فن بن جاتا ہے۔ اسلوب کے اعتبار سے ساحر شیوی کے ماہیوں میں زبان کی لطافت اور لہجہ کی ندرت، اظہارات، کی ترسیل کا اہم وسیلہ ہے اور یوں ان کے مطالعے سے قاری پوری طرح لطف اندوز ہوسکتا ہے۔ ساحر کے ماہیوں میں تاثیر کی خوبیوں کو ساحرانہ انداز سے تعبیر کرنا چاہیے۔

اپنے وطن، اپنے ماحول، اخلاق، مذہب اور تہذیب و ثقافت کو ایک ورثے کی صورت میں محفوظ رکھنے والے شاعر کے یہاں احتجاجات کا دائرہ وسیع ہے لیکن وہ اپنے لمحہ آئندہ سے مایوس نہیں ہے۔

غم میں بھی گزر ہوگی
فکر نہیں کرنا
ہر شب کی سحر ہوگی

☆

غم کو ہی جو سہتے ہیں
ہنستے ہوئے یارو!
زندہ وہی رہتے ہیں

☆

تقدیر سے لڑتا ہوں
لاکھ پھسل جاؤں
آگے ہی بڑھتا ہوں

ساحر شیوی کے ماہیوں کا زیر تبصرہ مجموعہ ''وادیٔ کوکن'' کا نام بھی وطن سے اٹوٹ رشتے کی علامت ہے اور اس میں بیشتر ماہیے ہجرت اور اس کے مسائل کے مظہر ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے ان کے صفحات پر ماہیے مذکورہ چند موضوعات ہی تک محدود ہیں۔ انہوں نے

نور شمیم انور۔ فیروز آباد

''وادی کوکن'' میں ساحر شیوی کے

ماہیے اور سحر کلام

عرش وفرش کی آواز کو خاطر میں لائے بغیر حد پرواز سے بہت اونچا جانے کا عزم رکھنے والے بلند حوصلہ طائر کی مانند جناب ساحر شیوی کا ''ذوق سخن'' انہیں نئی سمتوں اور رفعتوں سے آشنا کیے جارہا ہے۔ یہ ''ذوق سخن'' اردو ادب کے لیے بلاشبہ ایک نیک شگون ہے یہاں یہ کہنا بھی برمحل ہوگا کہ یہی ذوق ہے جس نے جناب ساحر شیوی کے نام کو بحیثیت شاعر آسمان کی رفعتوں تک پہنچا دیا ہے۔ حالانکہ ''نیم شگفتہ'' پھول کی نرمی اور مہک ان کے مزاج کا لازمی عنصر ہے جس پر افریقہ کے ''صحرا کی دھوپ'' بھی اثر انداز نہ ہوسکی بلکہ ان کے فکر ونظر کی تابانیوں پر ''وقت کا سورج'' بھی نازاں رہا اور ان کے ذوق سخن پر قابل رشک آب وتاب رہی۔ سفر جاری رہا دوران سفر ''سلسلہ منتشر خیالوں کا'' بھی شریک سفر رہا لیکن ان کے پائے ثبات میں جنبش نہ ہوسکی۔

ایک حوصلہ منداور وسیع النظر انسان کی حیثیت سے انہوں نے پردیس میں بھی عملی طور پر ثابت کیا کہ ''پردیس ہمارا دیس'' ہے۔

ہر عالم میں ان کے ذوق سخن نے طائر لاہوتی کی طرح پرواز کرتے ہوئے ''پانچواں آسمان'' بھی تسخیر کر لیا لیکن ''خوب سے خوب تر'' کی جستجو نے انہیں چین نہ لینے دیا اور وہ سوچتے رہے ''ابھی منزل نہیں آئی''۔ یہی تشنگی، یہی بے قراری تھی جو انہیں مزید اونچائیوں کی طرف لے جاتی رہی لیکن کسی مقام پر ان کے ہاتھ سے ایمان کا دامن نہ چھوٹ سکا کہ ان کے نزدیک ایمان ہی تو ''وسیلہ نجات'' ہے۔

چرانے والے ''عزت بیگ'' کے عشق کی داستان خصوصاً زبان زد خاص و عام ہے ''عزت
بیگ'' بھی کیونکہ بھینس چرانے والا تھا اس لیے اسے ''ماہی'' اور پھر دھیرے دھیرے ''مہیوال''
کہا جانے لگا۔ کیونکہ پنجاب میں ماہی کو دھیرے دھیرے ''ماہیا'' کہا جانے لگا تھا بالکل اسی
طرح جیسے ''ساجن'' کو ''ساجنا'' کہا جاتا ہے۔ مقبولیت کا سفر طے کرتے ہوئے دھیرے
دھیرے لفظ ''ماہیا'' اصطلاحاً ''محبوب'' کے معنی میں مستعمل ہوا اس طرح ایسے لوک گیت جو
اس قسم کی کہانیوں سے منسوب تھے انہیں ''ماہیا'' کا نام دیا گیا۔

حاصل کلام یہ کہ ''ماہیا'' ایک پنجابی صنف سخن ہے جس کا تعلق حکایات حسن و عشق
سے ہے لیکن جب یہ صنف اردو میں آئی تو شعرا نے اس کے موضوع کو محدود نہ رہنے
دیا۔ مناظر عاشق ہرگانوی کی تحقیق کے مطابق اردو کے اولین ماہیا نگار کے طور پر ہمت رائے
شرما کا نام آیا۔ بعدہ چراغ حسن حسرت اختر شیرانی ان کے بعد ساحر لدھیانوی، قمر جلال
آبادی ان کے علاوہ مناظر عاشق ہرگانوی، نذیر فتح پوری، علقمہ شبلی، انور مینائی، ناوک حمزہ
پوری، شارق جمال ناگپور، امین خیال گجرانوالہ۔ لیکن ماہیے کے فروغ میں اہم رول ادا کیا
جرمنی کے حیدر قریشی نے۔ جرمنی کے دیگر ماہیا نگاروں میں اجمل پاشا اور بشارت علی بشارت
بھی اہم نام ہیں۔ یہ وہ شعرا ہیں جنہوں نے ماہیے کے دامن میں لاتعداد موضوعات کے رنگا
رنگ پھول بھر دیے۔ ان ہی شعرا میں قتیل شفائی اور ستیہ پال آنند کا نام بھی قابل ذکر ہے۔

جہاں تک ساحر شیوی کی ماہیا نگاری کا تعلق ہے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ساحر صاحب
نے اپنی ریاضت سخن کے وسیلے سے ماہیے کو بھی زندگی کی وسعتوں کا سچا آئینہ بنا دیا ہے۔ جس
طرح غزل کے لفظی معنی ''عورتوں کی گفتگو'' یا ''عورتوں سے گفتگو'' ہیں لیکن غزل محض اپنی
وسعتوں تک محدود نہ رہی بلکہ مختلف سمتوں کا سفر طے کرنے کے بعد زندگی کے گوناگوں مسائل کی
ترجمان بن چکی ہے۔ اسی طرح ''ماہیا'' بھی اردو ادب کے شعری پیرہن میں ساحر صاحب کے
یہاں حیات و کائنات کے مختلف موضوعات کا آئینہ دار نظر آتا ہے۔

اصناف سخن میں غزل ہو نظم ہو یا کوئی اور صنف۔ اس کی بنیاد میں شدت احساس اور
فکری توانائی کی بڑی اہمیت ہے کیونکہ شعراء آشیاں کی تعمیر کے لیے گرد و پیش میں رونما ہونے
والے حادثات و واقعات سے احساس و فکر کی خوشہ چینی کرتے ہیں ساحر کے آشیانہ شعری میں

لیکن اس خوفزدگی کے باوجود عزم واستقلال، حوصلہ و پامردی اور جہد مسلسل سے ان کا رشتہ پوری طرح استوار رہتا ہے۔

اپنوں سے ڈرتا ہوں	جینے کی پھر بھی	کوشش تو کرتا ہوں

عزم و حوصلے کی لو کچھ اور توانا ہوتی ہے تو اس کا اظہار یوں ہوتا ہے کہ۔

کب موجوں سے ڈرتا ہوں	کانٹوں سے گزرتے ہیں	دل اپنا کشادہ رکھ
خوف سے عاری میں	جن کو جینا ہے	ڈرنا نہیں غم سے
دریا میں اترتا ہوں	ڈوبیں تو ابھرتے ہیں	جینے کا ارادہ رکھ

☆ ☆ ☆

غم کی کسے پروا ہے	آلام میں لب سی لو	غم کو ہی جو سہتے ہیں
ہر اک موسم میں	شکوہ نہیں کرنا	ہنستے ہوئے یارو
جینا ہمیں آتا ہے	اوروں کے لیے جی لو	زندہ وہی رہتے ہیں

ساحر شیوی کا قلم نہ صرف یہ کہ مردہ دلوں کی تاریک فضاؤں میں زندگی کی امنگ کا نور بھرتا ہے بلکہ عالم انسانیت کو مجروح کرنے والی گندی سیاست اور فرقہ پرستی کو بھی بے نقاب کرنے کا کام کرتا ہے۔

یہ کیسی سیاست ہے	ہے کون عدو کس کا	جینے کا نہیں چارا
نام پہ مذہب کے	دیکھ رہے ہیں ہم	فرقہ پرستی نے
آپس میں نفرت ہے	سڑکوں پہ لہو کس کا	تڑپا کے ہمیں مارا

دور حاضر میں دنیا کے اس سرے سے اس سرے تک پامال ہوتی ہوئی انسانی قدروں کا جو درد حساس دلوں کو کرب واضطراب سے ہم آہنگ کیے ہوئے ہیں اسے کیا موثر انداز میں بیان کیا ہے۔

ہے کلجگ کا یہ حال	جو پیار نہیں کرتے
دیکھو آنکھوں سے	دل کے ہیں پتھر
ہے انسانوں کا کال	امید ہو کیا ان سے

اور یہ ماہیے تو انہیں آفاقی شاعر کی حیثیت عطا کرتے ہیں۔

ے کے فکر ونظر کا استعارہ ہیں''۔ ''چنک'' ان کے عزم وعمل کی ترجمان ہے۔گویا پہلا ماہیا ضابطہ حیات کا عکاس ہے جس کی مشکل کشائیت نے خارزار حیات کو بہارستان بنا دیا ہے۔دوسرا ماہیا ایمان کی استقامت کا آئینہ داراور فلسفہ کائنات کا خوبصورت اظہار ہے جب کہ تیسرا ماہیا ایک تحریک پیش کررہا ہے ایک دعوت ایک ترغیب دے رہا ہے راہ راست اور فلاح و بہبود کی۔اسی تناظر میں یہ ماہیا بھی ملاحظہ کریں۔

پیدانئی دنیا کر
بحرالم میں بھی
جینے کا وسیلہ کر

مفہوم بظاہر نیا نہیں لیکن ماہیے کے قافیائی نظام اور ردیف کی ندائی اشاریت کو سماعت احساس سے ہمکنار کیا جائے تو ندرت اسلوب بجا طور پرمحسوس ہونے لگتی ہے۔آخر یہ ''نئی دنیا'' کون سی ہے جسے بحرالم میں پیدا کرنے کا پیغام دیا جارہا ہے۔اس سوال کا جواب ماہیے کے تیسرے مصرعہ میں واضح انداز کے ساتھ موجود ہے۔یعنی'' جینے کا وسیلہ۔''

''بحرالم میں بھی جینے کا وسیلہ کر'' میں صوتی زیر و بم ایک خاص نغمگی اور معنوی کیفیت کے ساتھ چشم بصیرت کو یوں روشن کرتا ہے کہ ایسا محسوس ہونے لگتا ہے جیسے ہم وادی ظلمت سے نکل کر'' دنیائے رنگ ونور'' میں سانس لے رہے ہیں۔مایوسیوں کی گھٹن میں'' امید کی خوشی'' ایک نئی حیات سے آشنا کرتی ہے۔ساحر شیوی کے جذبات کی یہی خوشبواور ایمان کی یہی کرنیں ان کے ان ماہیوں کا بھی حصہ ہیں جو'' حمد'' اور'' نعت'' پر مشتمل ہیں۔مثلاً۔

نام اس کا لکھا ہے
ذرے ذرے پر
جوسب کا مولا ہے

ذروں میں جھلک اس کی
شاہد فطرت ہے
تاروں میں چمک اس کی

یہاں دونوں ماہیوں میں ''ذروں'' کا استعمال ہے لیکن معنوی حیثیت جدا جدا ہے۔پہلے ماہیے میں ذرے ذرے سے مراد ہے کائنات کی ہر شے۔ایک ایک چیز۔دوسرے ماہیے میں ذرے ستاروں کے متضاد ہیں یعنی معمولی اور غیر معمولی۔

ذرے اور تارے علامت ہیں چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی طاقت کی۔حمد پر مشتمل ایک ماہیا اور پیش ہے جس میں ان کے یقین کی شدت اور ایمان کی توانائی موجزن ہے۔

آبائی وطن کوکن (ہندوستان) سے اپنی ذہنی وروحانی وابستگی اور اپنی گہری محبت کا ثبوت پیش کیا ہے۔ وہ ترک وطن کے بعد پہلے کینیا (افریقہ) جا کر سکونت پذیر ہوئے تھے اور ایک مدت تک وہاں اردو شعروادب کے پھول کھلانے کے بعد انگلینڈ آ کر رہائش اختیار کر لی لیکن آبائی وطن کی محبت اور خوشگوار یادوں کا رنگ بدستور روح پر چھایا رہا اس لیے وطن کی محبت اور خوشگوار یادوں کا ایک خوبصورت اظہار ہے ان کے ماہیوں میں۔ مثلاً۔

پردیس میں رہتا ہوں　　دیس کی یادوں میں　　غم زیست کے سہتا ہوں

لیکن یہ بھی سچ ہے کہ وہ جہاں رہتے ہیں وہاں کی آب وہوا اور وہاں کی مٹی سے بھی پیار کرتے ہیں۔ اسی پیار کا اظہار ملاحظہ کیجیے۔

جس دیس میں رہتے ہیں　　چھاؤں ہی کیا اس کی　　ہم دھوپ بھی سہتے ہیں

یہی سبب ہے کہ وطن سے جدائی کا دکھ ہوتے ہوئے بھی انہوں نے اپنے آئینہ دل کو محفوظ رکھا۔ دل اداس رہا لیکن چہرے سے شگفتگی کا اظہار ہوتا رہا۔ اس کیفیت کو ملاحظہ کیجیے۔

پت جھڑ میں کھلے ہیں پھول　　دیکھ ذرا مجھ کو　　چہرے پہ نہیں ہے دھول

وہ لندن کی منافقانہ روش سے بیزار ہوتے ہیں تو اہل اردو کی باہمی رقابت اور چپقلش بھی انہیں دکھ پہنچاتی ہے جس کا اظہار مندرجہ ذیل ماہیوں میں بخوبی ہے۔

یاری نہ رہی یاری　　آپس میں رقابت ہے

شہر لندن میں　　بزم اردو میں

جینے میں ہے دشواری　　لندن کی سیاست ہے

''شہر لندن'' اور ''بزم اردو'' پر مساوی تنقید کے بعد جب وہ یہ کہتے ہیں کہ۔

رس گھولتا رہتا ہوں　　اپنے فسانوں میں　　سچ بولتا رہتا ہوں

تو ان کے سچ پر ایمان لانا پڑتا ہے۔ آخر میں کچھ اور ماہیے پیش ہیں جو ساحر شیوی نے اردو سے عشق اور حب الوطنی کی مہک اپنے دامن میں سجائے ہوئے ہیں۔

اٹھا ہے اک شاعر　　وہ عاشق اردو ہے　　گھر بار مرا اردو

وادی کوکن سے　　شعروں میں اس کے　　اردو ہی مری ماں

کہتے ہیں جسے ساحر　　کوکن کی خوشبو ہے　　سنسار مرا اردو

اِندر سروپ سری واستوا۔ فتح پور ہسوا

ساحر شیوی کے ماہیوں میں شعریت
وادیٔ کوکن کے حوالے سے

وادیٔ کوکن کے دیباچوں میں ساحر شیوی کے ماہیوں کے موضوعات اور تکنیک پر فاضل ادیبوں نے کافی روشنی ڈالی ہے اور قاری کو ان کے فن سے روشناس کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے مگر میں ان کے ماہیوں کی شعریت کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

میرے خیال میں اُس شعر میں ہی شعریت پائی جاتی ہے جو شعری خیال (Poetic thought) کا اظہار کرتا ہو اور ممتاز ناقد گومزے کے مطابق شعری خیال وہ خیال ہے جو احساس اور حسیاتی ادراک (Sensuous perceptiveness) سے مملو ہوتا ہے۔ شعری خیال موضوع کا جز ہی نہیں ہوتا بلکہ اُس کی موجودگی سے مکمل بیان متاثر ہوتا ہے۔ ایسے خیال کی جڑیں شاعر کے تجربے تک پہنچتی ہیں اور شعری خیال کی بنیاد مادی پیشکش (Concrete Presentment) پر ہوتی ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ شعری خیال بالکل نیا خیال ہو بلکہ یہ ایسا خیال ضرور ہے جسے شاعر خود محسوس کرتا ہے۔

شعری خیال ایک تخلیقی خیال ہے جو اپنے معنی خود پیدا کرتا چلتا ہے۔ کوئی خیال صنعتوں (Figures of Speech) سے سجا ہوا ہوسکتا ہے مگر وہ اُس وقت تک شعری خیال نہیں ہوتا جب تک وہ مکمل اظہار و بیان کا (Shaping Factor) بنانے والا عنصر نہیں بن جاتا۔

اگر ہم اس زاویۂ نگاہ سے ساحر شیوی کے ماہیوں کا جائزہ لیں تو ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ وادیٔ کوکن میں ایسے ماہیے ضرور پائے جاتے ہیں جن میں شعری فکر پائی جاتی ہے۔ ایک

ڈاکٹر امام اعظم

ساحر شیوی کے ماہیے

ماہیا ویسے تو پنجابی لوک صنف ہے لیکن گذشتہ آٹھ دس سالوں سے اردو اصناف سخن میں مروج ہے اور مقبول ہے۔ ماہیے تو فلموں میں بھی لکھے گئے۔ اس کو لکھنے کے لیے شعری مہارت کی ضرورت پڑتی ہے جس میں دو مصرعے ہم قافیہ وہم ردیف ہوتے ہیں اور ایک مصرعہ جو درمیان کا ہوتا ہے وہ چھوٹا ہوتا ہے جو غیر مقفہ وغیر مردف ہوتا ہے۔ اگر تھوڑی سی بھی چوک ہوجائے تو مصرعہ ناموزوں ہوسکتا ہے۔ حالانکہ اس میں غنائیت بے پناہ ہوتی ہے۔ موسیقیت کی لہریں اونچی اور نیچی سطحوں تک ماہیوں میں محسوس کی جاسکتی ہیں۔ اس کو گایا بھی جا سکتا ہے اور یہ سماعت کو بھلا بھی لگتا ہے۔

ساحر شیوی کے ماہیے اس کسوٹی پر پورے اترتے ہیں۔ اس میں مضمون کی قید نہیں ہوتی اور دنیا جہان کے مضامین، فکر اور احساس اس میں سموئے جاسکتے ہیں۔ غزلوں کے دو مصرعوں میں بات کو سمونا کس قدر مشکل ہوتا ہے اُس سے بھی مشکل کام ماہیوں کے ڈھائی مصرعوں میں پیش کرنا ہے۔

ساحر شیوی کو ماہیے لکھنے کا فن نہ صرف آتا ہے بلکہ انہیں مہارت حاصل ہے۔ ایسا کم ہی دیکھا جاتا ہے کہ ماہیے لکھنے والے اپنی باتوں کو فنی چابکدستی سے پیش کرتے ہیں۔ عام طور پر فنی جھول نئے ماہیے لکھنے والوں کے یہاں عام ہے۔ اردو میں اس کا چلن اب عام ہوتا جا رہا ہے۔ ساحر شیوی نے اس سلسلہ میں بڑی مشاقی دکھائی ہے۔ ان کے ماہیے فنی جھول سے خالی ہیں۔ چابکدستی بھی ہے، موسیقیت بھی، فن کاری بھی۔ جس طرح کے مضامین وہ چاہتے ہیں بحسن وخوبی ڈھال دیتے ہیں۔ اگر حمد یہ پہلو ہے تو اس طرح پیش کرتے ہیں ۔

اکٹرسیفی سرونجی۔سرونج

ساحرشیوی اوران کے ماہیے

ساحرشیوی لندن میں مقیم ان چند گنے چنے شعراء میں شمار کیے جاتے ہیں جنہوں نے
ت کم عرصے میں اپنے لیے ادبی دنیا میں ایک قابل احترام جگہ بنالی ہے۔اتنا کچھ لکھا ہے کہ
ں کے تمام کاموں کا احاطہ کیا جائے تو کئی کتابیں تیار ہوجائیں۔ وہ بیک وقت شاعر بھی ہیں
یب بھی ہیں افسانہ نگار بھی ایڈیٹر بھی نثر کے علاوہ شاعری میں انہوں نے نئی نئی اصناف سخن
ں بھی کئی کارنامے انجام دیے ہیں مثلاً دوہے، گیت، نعت، منقبت، سلام، مناجات، ہائیکو
سی کئی اصناف سخن میں زبردست تخلیقی صلاحیتوں کو بروئے کارلاتے ہوئے ماہیے کے فن میں
ں نئے نئے گل بوٹے کھلائے ہیں وادئ کوکن ان کے ماہیوں کا وہ مجموعہ ہے جس میں شاعر
ک نئے روپ میں دکھائی دیتا ہے۔

پھولوں کومہک دے دی
کوئی توہستی ہے
کلیوں کو چٹک دے دی

ذروں میں جھلک اس کی
شاہد منظر ہے
تاروں میں چمک اس کی

☆

گھربار محمدؐ کا
کیسے میں دیکھوں
دیدار محمدؐ کا

ہیں خالق سوزوساز
خوب ہیں انورشیخ
فن کاروں میں ہیں ممتاز

وادئ کوکن ساحرشیوی کا وہ مجموعہ ہے جوصرف ماہیوں پر مشتمل ہے ۱۹۹۹ء سے لے
۔آج تک اس کتاب پر درجنوں تبصرے مضامین شائع ہوچکے ہیں اور ہر لکھنے والے نے ساحر

راقبال ظفر۔فتح پور

ساحر شیوی کی ماہیا نگاری

ماہیا پنجاب کی قدیم صنف سخن میں شمار کی جاتی ہے۔جس کا رشتہ پنجاب کے لوک
ب سے ہے۔طرز اظہار میں سادگی،غنائیت اور جذبات میں یورش پیدا کرنا اس کی خاص
یاں ہیں جس کے باعث اردو شعرا نے بھی اس صنف کی طرف اپنی توجہ مبذول کرنا شروع
اور طبع آزمائی کرنے لگے۔اس طرح اردو شاعری میں بھی یہ رچ بس گئی۔

ماہیا میں زندگی کے حزن و نشاط،رنج و راحت،امید و یاس،حسرت و ارماں اور
ب و فراز کو پیش کرنے کا بہترین وسیلہ ہے۔تین مصرعے کی اس مختصر صنف میں ہر قسم کے
مین کو پیش کرنا ایک انتہائی مشکل فن ہے۔لیکن ماہیے کے ذریعہ بڑی خوبصورتی سے ان
مین کا احاطہ کرنے میں ماہیا نگار کامیاب ہیں۔

ادب میں نئے تجربات ہمیشہ ہوتے رہتے ہیں اور اس کی ارتقا کے لیے مثبت اور
کردار ادا کیے جاتے رہے ہیں۔غیر صحت منداور بے جان تجربے جلد ہی دم توڑ دیتے ہیں
صحت مند تجربات ادب کی تاریخ میں زندہ و تابندہ رہتے ہیں۔ماہیا بھی اسی نئے ادب میں
ل ہونے والی ایک مقبول صنف ہے جو اپنی خوبی کے باعث اردو میں داخل ہو کر ایک وسیع تر
میں شدت سے رائج ہو کر کتب و رسائل کے ذریعہ منظر عام پر آرہی ہے۔اور ادب کے
منظر نامے پر اپنا نام درج کرا رہی ہے۔

ساحر شیوی کی ادبی شخصیت الم نشرح ہے۔جو بھی ادب کا طالب علم اور قاری ہے وہ
ی ہمہ جہت شخصیت سے بخوبی واقف ہے۔وہ ایک مخلص فنکار ہی نہیں ایک محبت کرنے
شخصیت بھی ہیں۔ادب پرستی اور ادب نوازی ان کی سرشت میں شامل ہے۔ان کی شخصیت

ہونے ہی والا ہے
ہر شب کی سحر ہو گی

☆ ☆

سولی پہ چڑھا ہے وہ
سچ بول کے ساحؔر
بے موت مرا ہے وہ

ساحر شیوی کے مشاہدے میں جو کچھ آتا ہے اسے شدت سے محسوس کرتے ہیں اور سلیقہ سے پیش کر دیتے ہیں۔

ساحر شیوی کے ماہیے تجربات کی آنچ میں تپ کر جب منصۂ شہود پر آتے ہیں تو سیپ سے نکلے موتی کی طرح دمکنے لگتے ہیں۔چند ماہیے ملاحظہ کریں جن میں اسلوب کی تازگی، رنگینی و رعنائی کے ساتھ فکر کی تابناکی بھی ہے۔

بادل بھی نہیں برسے
وہ بھی نہیں آئے
دیدار کو ہم ترسے

جو بولنا ہو بولو
لیکن دنیا سے
دل کا راز نہ کھولو

☆ ☆

دکھ شہر کے سہتے ہیں
فٹ پاتھوں پر
انسان ہی رہتے ہیں

بالوں میں سفیدی ہے
میری پیری بھی
اک عمر سے قیدی ہے

☆ ☆

ساحر شیوی کے ماہیوں میں فنی خوبیوں کے ساتھ فکر میں تنوع اور لہجے میں اثر پذیری کی شان ہے جو خاص کیفیت کے حامل ہیں۔

ساحؔر شیوی نے ہمیشہ ہجرت کا دکھ جھیلا ہے اس لیے ان کے ماہیے میں اس کا کرب بھی نمایاں ہے۔

اردو کے وہ شیدائی ہیں جس کا اظہار بھی جا بجا نظر آتا ہے۔مذہب سے ان کو وابستگی ہے اس لیے خدا کی شان اور نبی کریم ﷺ سے محبت کا اظہار بھی ان کے ماہیوں میں ملتا ہے۔

نذیر فتح پوری۔ پونا

وادیٔ کوکن کا مسافر۔ ساحرؔ

فن کار کوئی ہو، اس کی راہ عام ڈگر سے ہٹ کر ہوتی ہے۔ تخلیقی فنکار سیدھے، سرل اور تراشیدہ راستوں پر چلنے کی بجائے ایسے راستوں کا انتخاب کرتا ہے، جن میں وادیاں ہوں، گھاٹیاں ہوں، خارزار ہوں، تیز ہواؤں کے جھکڑ ہوں، یہ راستے ناتراشیدہ ہوں، خمدار ہوں اور جہاں ایک موڑ سے دوسرا موڑ دکھائی نہ دے۔ جہاں بھول بھلیوں کا ایک جال پھیلا ہو۔ یہ سچ بھی ہے کہ ایسے حوصلہ شکن اور جان لیوا راستوں پر چل کر کوئی فنکار جب اپنے فن کی بلندیوں کو حاصل کرتا ہے تو سب کو حیرت میں ڈال دیتا ہے۔ وادیٔ کوکن کی اشاعت کے بعد میں جناب ساحر شیوی کو ایسی ہی کامیابی کی بلندی پر دیکھ رہا ہوں۔ سب حیرت میں پڑے ہیں اور ساحر شیوی اپنے ہی ساتھ مل کر اپنی کامیابی کا جشن اندر ہی اندر منا رہے ہیں، اور لطف اندوز ہو رہے ہیں۔

ابھی کل کی بات ہے اس تخلیقی فنکار نے اردو ماہیے کی وادی میں قدم رکھا تو خارزاروں نے ان کا استقبال کیا ہوگا۔ تیز ہوا کے جھکڑوں نے ان کا راستہ روکا ہوگا لیکن جوں جوں حصولِ منزل کی دھن میں وہ قدم بڑھاتے گئے، رکاوٹیں خود بہ خود راہ سے ہٹتی گئیں اور پھر ان کے قدموں تلے تخلیقیت کے پھول بچھتے چلے گئے۔ ماحول خوشبوؤں سے لبریز ہو گیا اور ایک کے بعد ایک خوبصورت ماہیا تخلیق ہوتا چلا گیا جن کا دیدہ زیب انتخاب ''وادیٔ کوکن'' کے نام سے اشاعت پذیر ہو کر ہمارے سامنے ہے۔

مجھے یہاں ماہیے کے اوزان بیان کرنے اور ماہیے کی ہیئت کی نشان دہی کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ قصے اب پرانے ہو چکے۔ ماہیے کی پیدائش پنجاب کی مٹی سے ہوئی تھی

ہے صبر کا پھل میٹھا

صبر کرے گا جو

اللہ کا ہے بندہ

ساحر نے ہجر کی وادیوں میں چل کر بھی اپنے آپ کو لہولہان کیا ہے۔ یہ دکھ ان کی روح سے آج تک لپٹا ہوا ہے کیونکہ آج بھی وہ وطن سے دور اپنی زندگی کے شب و روز گزار رہے ہیں۔

تھا اور نہیں چارہ
چالیس برس میرے
بھٹکا رہا ہر سو
دشت میں گزرے
ہجرت نے مجھے مارا
مرا ساتھ دیا غم نے

☆ ☆

لیکن چالیس برس کی جدائی بھی ان کے دل سے وطن کی محبت کو کم نہیں کر سکی۔ دیارِ غیر میں بیٹھ کر بھی وہ اپنے وطن کو فراموش نہیں کر سکے۔

یہ دیش ہمارا ہے
پردیس میں رہتا ہوں
ہر حال میں مجھ کو
دیس کی یادوں میں
یہ جان سے پیارا ہے
غم زیست کے سہتا ہوں

☆ ☆

ساحر کا آبائی تعلق کوکن سے ہے اسی لیے اپنے کوکنی ہونے پر وہ فخر محسوس کرتے ہیں۔ وہ دنیا کے کسی بھی حصے میں رہیں کوکن کی یاد ہمیشہ ان کے ساتھ رہتی ہے۔

اٹھا ہے اک شاعر
آئی یاد وطن کی
وادیٔ کوکن سے
کتنی اچھی ہے
کہتے ہیں جسے ساحر
یہ دھرتی کوکن کی

☆ ☆

وہ جہاں جاتے ہیں۔ اندھیروں میں اجالے تلاش کر لیتے ہیں۔ خزاں میں بہاروں کا احساس جگا دیتے ہیں۔ وہ جس وادی میں قدم رکھتے ہیں قدرت کی نیرنگیاں ان کا استقبال

بڑے مصرعوں میں ڈھل کر نئے انداز میں سامنے آیا ہے۔

ذروں میں جھلک اس کی
شاہد فطرت ہے
تاروں میں چمک اس کی

نعت میں عقیدت کے بے ساختہ اظہار کا یہ اضطراری انداز بھی ملاحظہ کریں۔

ہے دل میں ہمارے آس
جائیں گے اک دن
محبوبِ خدا کے پاس

☆

مہلت ملے جینے کی
اللہ اگر چاہے
نیت ہے مدینے کی

☆

حق گوئی و بے باکی کا اظہار ان ماہیوں کے لفظ لفظ سے ٹپکتا ہے۔

حق بات کروں گا میں
سولی پر چڑھا دو
عزت سے مروں گا میں

☆

اے قوم کے معمارو
بہتا گلیوں میں
ہے کس کا لہو یارو

☆

کب موجوں سے ڈرتا ہوں
خوف سے عاری میں
دریا میں اترتا ہوں

رنگ برنگے ماہیوں کی اس وادی میں گھومنے سے کچھ شخصی ماہیے بھی مل جاتے ہیں۔

ایک ماہیا مدر ٹریسا کے لیے ہے۔ ایک ماہیا شہزادی ڈائنا کے لیے۔ ایک ماہیا اندرا گاندھی کے لیے ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ یہ تینوں خواتین اپنے اپنے میدان میں ایک کامیاب اور قابل تقلید زندگی گزار کر دنیا سے رخصت ہوئی ہیں۔ حسن، سیاست اور مسیحائی کا یہ مثلث ماہیے کے توسط سے پہلی بار دیکھنے کو ملا۔

اردو کے ایک شاعر، ادیب اور نقاد جناب انور شیخ کے لیے ماہیے کہہ کر ساحر نے انہیں خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

محمد توفیق خاں سرونج۔

ساحر شیوی اور کوکن کی سیر

سیفی سرونجی کے پاس ہندوستان اور بیرونی ممالک کے شاعروں ادیبوں کی جتنی کتابیں آتی ہیں وہ میرے مطالعہ میں ضرور رہتی ہیں۔ سچائی تو یہ ہے کہ جو سیفی کے قریب ہے وہ میرے قریب ہے اس لیے کہ سیفی میرے دل کے قریب ہے۔ لندن کے دو مرتبہ سفر کے بعد ہر دم سیفی کے لب پر جن شاعروں ادیبوں کا ذکر رہتا ہے اُن میں گلشن کھنہ، ڈاکٹر عبدالغفار عزم، سید عاشور کاظمی، سوہن راہی، صابر ارشاد عثمانی، پرویز مظفر اور ساحر شیوی۔ ساحر شیوی کا ذکر وہ اس محبت سے کرتا ہے خاص طور پر ان کے رسالے سفیر اردو، اور ان کی شاعری اور دیگر ادبی کارناموں کی وجہ سے پچھلے چند سالوں سے بیرونی ممالک کے شاعروں ادیبوں کی چند اہم کتابیں میری نظر سے گزریں ان میں سید عاشور کاظمی، گلشن کھنہ، رحمان ساز، سلطان جمیل نسیم۔ کینیڈا، عبدالقوی ضیا۔ کینیڈا، یعقوب تصور ابو ضحابی، سعید روشن۔ کویت، کے علاوہ ساحر شیوی کی کتابوں کو دیکھ کر اور ان کے مطالعہ کے بعد دل میں ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہوئی خاص طور پر ان کی کتاب ''وسیلہ نجات'' پڑھ کر جس میں نعت، حمد، منقبت اور سلام وغیرہ ہیں۔ میں ہر کتاب کے مطالعہ کے بعد اپنے خیالات کا اظہار کرنا فرض سمجھتا ہوں خاص طور پر اس وقت جب کسی کا کلام یا کوئی کتاب دل و دماغ پر چھا جائے میں گلشن کھنہ اور رحمٰن ساز صاحب کی کتابوں پر پہلے ہی لکھ چکا ہوں لیکن ساحر شیوی کی اس کتاب کو پڑھنے کے بعد میں نے ان کی تمام کتابیں پڑھنا ضروری سمجھا اور جتنی کتابیں سیفی کے پاس تھیں وہ ساری کی ساری پڑھ ڈالیں اسی درمیان ''انتساب'' کا خصوصی گوشہ ساحر شیوی کی شخصیت اور ان کے کارناموں پر نکالنے کا ارادہ کیا۔ ادھر فراز حامدی سے پتہ چلا کہ وہ ساحر شیوی کے ماہیوں پر ''کوکن کی سیر'' کے عنوان

غم ناک کہانی ہے
عیش کرو ورنہ
یہ زندگی فانی ہے

اک بوجھ سا ہے دل پر
آس نہیں کوئی
کشتی لگے ساحل پر

☆

جیون میں شرارے ہیں
پربت کی راہوں میں
کانٹے ہی کانٹے ہیں

خاروں میں گزارو گے
زیست اگر اپنی
اک روز سنوارو گے

☆

ساحر شیوی کی کتابیں جو مختلف اصناف سخن پر مشتمل ہیں مثلاً ہائیکو، غزل، افسانہ اور دیگر موضوعات پر، لیکن ماہیوں پر کوئی کتاب میرے پاس نہیں ہے۔ اوپر درج کیے گئے چند ماہیے بھی میں نے مختلف ادبی رسائل سے لیے ہیں۔ مثلاً انتساب، کہسار، قرطاس، وغیرہ سے۔ ساحر شیوی کے ماہیوں میں ایک عجیب سی کشش ہے اور مفہوم کے اعتبار سے بھی انفرادیت ہے۔ ان کی نعتیہ کتاب ''وسیلہ نجات'' جسے پڑھ کر میرے دل پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہوئی ہے اسی نے مجھے لکھنے پر مجبور کیا ہے خاص طور پر حمدیہ اور نعتیہ ماہیے جنہیں میں یہاں درج کر رہا ہوں۔

حمدیہ ماہیے

تو ہی سب کا مولا
تو ہی یا رب
تو ہی سب کا آقا

تو ہی میرا خالق
میں بندہ تیرا
تو ہی میرا رازق

☆

تیرے جلوے ہر سو
تو ہی مالک
سب پر تو قابو

روشنی دی تاروں کو
یہ تیرے نظارے
خوشبو دی پھولوں کو

☆

شاہین فصیح ربانی۔مسقط

ساحر شیوی اور ان کے ماہیے

اگر چہ ساحر شیوی اب دنیائے ادب میں کسی تعارف کے محتاج نہیں رہے تاہم تمہید کے طور پر چند جملے تحریر کر رہا ہوں۔ساحر شیوی ایک زود گو شاعر ہیں اب تک ان کے کئی مجموعے زیور طبع سے آراستہ ہو کر اہل قلم سے داد و تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ایک جملہ جو ان کے بارے میں اکثر کہا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ ساحر شیوی دیار غیر میں رہ کر اردو سے وابستہ ہیں اور اس کی خدمت میں مصروف عمل ہیں۔ان کی خدمات کے اعتراف میں حال ہی میں ان کی شخصیت اور فن پر ایم فل کی ڈگری تفویض کی گئی ہے۔ساحر شیوی بنیادی طور پر غزل کے شاعر ہیں اور نظم بھی خوب کہتے ہیں اس کے ساتھ انہوں نے شاعری کی دیگر اصناف حمد و نعت، قطعہ اور رباعی میں طبع آزمائی کی ہے۔

گذشتہ ایک دو دہائیوں میں مختصر اور نئی متعارف ہونے والی سہ مصرعی اصناف نے اردو کے شعراء کو اپنی طرف متوجہ کروایا ہے چنانچہ ساحر بھی ان سے اپنا دامن نہیں بچا سکے۔ماہیے ہائیکو اور کہہ مکرنیاں انہوں نے کہی ہیں اور ان کے ماہیے اس مجموعہ میں آپ کے زیر مطالعہ ہیں۔

میرا موضوع ساحر شیوی کے ماہیے ہیں اگر چہ ان کے بارے میں بات کرنا میرا منصب نہیں ہے اس لحاظ سے بھی کہ وہ مجھ سے بہت سینئر ہیں اور اس لحاظ سے بھی کہ میں نے ابھی تک ،صرف چند ماہیے کہے ہیں۔بہر حال کیونکہ مجھے کچھ لکھنے کو کہا گیا ہے اس لئے چند معروضات پیش کروں گا۔مگر اس سے پہلے ماہیے کے بارے میں اپنا نقطہ نظر بیان کر دینا چاہتا ہوں۔

سجاد مرزا۔ سالنامہ، ماہنامہ صریر کراچی، جون/ جولائی ۹۸ء

میں سمجھتا ہوں کہ چونکہ پنجابی میں ہر دو طرح کے ماہیے ملتے ہیں لہذا خیال کی لفظیات کی ضرورت کے مطابق دونوں ہی طرح کے ماہیوں کو درست تسلیم کر لینا چاہیے تاکہ اردو ماہیا پھل پھول سکے۔ حقیقتاً اسے پنجابی ماہیے کی طرح ڈیڑھ مصرعوں ہی کی ہیت میں لکھا جانا چاہیے۔

اردو میں آ کر ماہیا بھی اپنے مخصوص موضوعات تک محدود نہیں رہا بلکہ اردو میں آ کر یہ بھی ہائیکو کی طرح غزل کے موضوعات کو اپنی وسعتوں میں سمیٹ رہا ہے۔ اگرچہ اردو ماہیے میں پنجابی کی لفظیات استعمال کرنے کی سعی بھی کی گئی ہے لیکن اسکے باوجود اردو ماہیے کا مزاج جہاں تک میں سمجھتا ہوں پنجابی ماہیے کے مزاج سے قدرے مختلف ہے۔

اب آتے ہیں ساحر شیوی صاحب کے ماہیوں کی طرف۔ ساحر شیوی چونکہ عرصہ دراز سے دیارِ غیر میں آباد ہیں مزید برآں یہ کہ ان کا تعلق پنجاب کی دھرتی سے نہیں رہا اس لئے ''ماہیا'' ان کے سامنے جس شکل، جس انداز میں آیا انہوں نے اسے اسی طرح قبول کر لیا اور اس کی تقلید میں اسے تین مصرعوں میں لکھا ہے۔ وزن کے اعتبار سے ان کے ماہیوں کو دیکھیں تو وہ دوسرے مصرعے میں ایک رکن کم رکھنے کے قائل نظر آتے ہیں لیکن کہیں کہیں مساوی الوزن مصرعوں پر مشتمل ماہیے بھی ان کی بیاض میں ملتے ہیں۔

الفاظ میں جادو ہے	اس کی باتوں میں	الفت کی خوشبو ہے
(مفعول مفاعیلن)	(فعلن فعلن فع)	(فعلن فعلن فعلن)

☆☆

ہستی میں بہار آئے	آپ اگر آئیں	ہر شے کو قرار آئے
(مفعول مفاعیلن)	(فاع مفاعیلن)	(مفعول مفاعیلن)

اوپر دیئے گئے دو ماہیوں کے دوسرے مصرعوں میں ایک رکن کم ہے اسی طرح مساوی الوزن ماہیوں کی مثالیں دیکھیے

۱۔	دن کتنا سہانا ہے	محبوب سے ملنے کا	کیا خوب بہانا ہے
	(مفعول مفاعیلن)	(مفعول مفاعیلن)	(مفعول مفاعیلن)

آگے کی طرف گامزن ہوسکے اس لحاظ سے ساحر شیوی کا یہ عمل لائق تحسین ہے کہ انہوں نے
وزن کے اس مسئلے کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے اپنے ماہیوں کو نہ صرف ہر دو اوزان سے مزین کیا
ہے بلکہ انہوں نے ماہیے کی لے کے قریب اور متفقہ وزن کے تمام زحافی اوزان کو بڑی خوبی
سے برتا ہے۔انہی میں ایک ایسا خوبصورت وزن بھی انہوں نے استعمال کیا ہے جو پنجابی
ماہیوں یں تو بکثرت ملتا ہے لیکن اردو ماہیوں میں شاذ ہی ملتا ہے۔اور یہ وزن ہے ''فعلن
فعلن فعلن''۔ان کے ماہیوں میں سے چند مصرعے اس وزن پر دیکھئے۔

۱۔ مجھے جھوٹ سے نفرت ہے

۲۔ جہاں پھول نہیں کھلتے

۳۔ مرے دل میں سماتے ہیں

دوسرے مصرعے میں ایک رکن کم رکھنے والے ماہیے ان کے مجموعے میں زیادہ ہیں
لیکن ایک رکن کم کرتے ہوئے انہوں نے ایک وزن (مفعول فعولن) ایسا استعمال کیا ہے جو
عروض کے لحاظ سے تو درست ہے مگر ماہیے کی لے سے لگا نہیں کھاتا ایسے ماہیوں کی لے کو
برقرار رکھنے میں دشواری پیش آتی ہے۔

مانا کہ وہ رانی ہے	میرے لئے لیکن	سپنا ہے کہانی ہے
(مفعول مفاعیلن)	(مفعول فعولن)	(مفعول مفاعیلن)

پنجابی ماہیے کے پہلے آدھے مصرعے کی طرح اردو ماہیے کا پہلا مصرعہ باقی دو
مصرعوں سے لاتعلق نہیں ہوتا اور نہ اسکا ان سے کوئی تشبیہاتی واستعاراتی تعلق ہوتا ہے اس لئے
اردو ماہیے ایک بیانیہ انداز اختیار کرجاتے ہیں بالکل اسی طرح ساحر شیوی کے ماہیے بھی اپنے
اندر مسلسل مضمون لئے ہوتے ہیں اور تینوں مصرعے مربوط ہوتے ہیں۔

اوپر سے نیچے تک / جب اس کو دیکھا / دل کرنے لگا دھک دھک

ماہیے کے موضوعات میں جذبات حسن وعشق،خواہش قرب محبوب اور وصل یار،
کرب ہجر وفراق،محبوب کی بے رخی اور نہ ملنے کے گلے شکوے شامل ہیں لیکن اردو کا مزاج
غزل کے زیر اثر رہا ہے یہی وجہ ہے کہ ماہیے نے بھی اردو میں آکر ہائیکو کی طرح متنوع
موضوعات کو اپنے دامن میں جگہ دی ہے یوں اردو میں حمدیہ اور نعتیہ ماہیے بھی کہے جارہے

ان متنوع موضوعات کے ساتھ ساتھ ساحر شیوی کے ماہیوں میں ماہیے کے خاص موضوعات بھی جا بجا ملتے ہیں اور ان کی لفظیات اس کی بات کی غمازی کرتی ہیں کہ وہ ماہیے کے مزاج کو خوب سمجھتے ہیں۔

کیا رات سہانی تھی / ان کی آمد سے / تاروں پہ جوانی تھی
بادل بھی نہیں برسے / وہ بھی نہیں آئے / دیدار کو ہم ترسے

ساحر نے اپنی زندگی کو اپنے ماہیوں میں آئینہ کر دیا ہے ان کے سوچنے کا انداز اور ان کے زندگی کرنے کے معیارات سب کچھ ان کے ماہیوں میں نظم ہیں۔ان کے ماہیوں کو پڑھنے سے ان کی تصویر ابھر کر سامنے آ جاتی ہے میرا خیال ہے کہ اگر کوئی ساحر شیوی کو سمجھنا چاہتا ہے کہ وہ کیسے انسان ہیں اور کس طرح سوچتے ہیں تو وہ ان کے ماہیوں کا مطالعہ کر لے یقیناً اسے مایوسی نہیں ہوگی۔

ساحر شیوی کے ماہیے اسے بتائیں گے کہ وہ دیار غیر میں اسلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہیں، رسول خدا کی محبت سے ان کا دل سرشار ہے، وہ ایک اچھے انسان اور مخلص دوست ہیں۔اردو کو دل و جان سے چاہتے ہیں اپنی دھرتی سے انہیں پیار ہے وہ دنیا کو محبت اور امن کا گہوارہ دیکھنا چاہتے ہیں نفرتیں مٹانا چاہتے ہیں وہ انسان دوست ہیں اس کے علاوہ ان کی زندگی کے کئی پہلو ہیں وہ کیا ہیں کیا نہیں۔اور ان کے یہ ماہیے کیسے ہیں۔ پڑھیے اور فیصلہ کیجیے کہ آپ کا فیصلہ اصل اور آخری فیصلہ ہے مجھے ان کے ماہیوں کا مقام و مرتبہ متعین کرنے کا یارا نہیں۔ہاں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ یہ اردو ماہیوں کے مجموعوں میں ایک خوشگوار اضافہ ہے اور پڑھے جانے کے لائق ہیں اور مجھے امید ہے کہ یہ اہل سخن سے ان کے دیگر کلام کی طرح داد و تحسین حاصل کریں گے۔

گیت سے نکل کر جہاں مختصر اردو کی ذوبحرین شعری صنف کا روپ اختیار کرلیتا ہے وہیں ماہیوں کے موذوں اور خارج الوزن قرار دینے کے لیے اصولِ تقطیع کا بھرپور جواز بھی فراہم ہوجاتا ہے۔ جو کسی بھی شعری صنف کے لیے ایک ضروری شے ہے اس کے بغیر خار و خس اور مہکتے ہوئے پھولوں میں کیونکر تمیز ممکن ہے۔ ساحر شیوی ماہیے کی اس تحریک کی ایک ایسی معروف شخصیت ہیں جن کے تخلیقی سرچشمے کا ایمان کافی طاقتور ہے اور شعری سنگلاخوں میں اپنے بہاؤ کے کئی راستے ہموار کرتا ہے۔ غزل، رباعی، قطعہ، اور نظم کے راستوں کو سر کرنے کے بعد ساحر شیوی نے جن نئی شعری اصناف کو وسیلہ اظہار کے لیے چنا ان میں ماہیے کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ ساحر شیوی کے مجموعے ''وادیٔ کوکن'' میں ماہیے کی تخلیق کے لیے جس زبان کو استعمال کیا ہے وہ بہت نرم کومل اور سلیس ہے۔

شاعری، سلاست، معنویت اور اشاریت کی حامل نہ ہوتو ایک بے رنگ اور بے تاثر آہنگ کی لفظی ترتیب سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔ ساحر شیوی نے اپنے ماہیوں میں زبان و بیان کے عمدہ نمونے پیش کیے ہیں ہم اپنی بات کی تائید میں چند ماہیے پیش کررہے ہیں آپ بھی لطف اٹھائیے۔

ہے سہل نہیں جینا
پھر بھی دنیا میں
ہے اشکِ الم پینا

☆

اوپر سے نیچے تک
جب اس کو دیکھا
دل کرنے لگا دھک دھک

☆

دم پھونک جوانی میں
بعدِ مرگ ترا
ہو ذکر کہانی میں

☆

بادل بھی نہیں برسے
وہ بھی نہیں آئے
دیدار کو ہم ترسے

☆

ہاں، ظلم کرے کوئی
ریت ہے دنیا کی
خمیازہ بھرے کوئی

جیون کا سفر مشکل
کیسے قدم اٹھیں
کانٹوں سے بھری منزل

الفاظ میں جادو ہے · پوجا تری کرتے ہیں · پت جھڑ میں کھلے ہیں پھول
اس کی باتوں میں · تیری جدائی میں · دیکھ ذرا مجھ کو
الفت کی خوشبو ہے · تیرے لیے مرتے ہیں · چہرے پہ نہیں ہے دھول

کینیا اور انگلینڈ کے ماحول سے الگ یہ ماہیے جس رومانی فضا کے عکاس ہیں اس میں مشرقی پاکیزہ عشق اور محبت کے دل گداز احساسات کو آسانی محسوس کیا جا سکتا ہے۔ایک طرف یہ ماہیے جنسی بے راہ روی اور ہوس پرستی کے عناصر سے شاعر کے ذہن وضمیر کی لاتعلقی کے براہ راست مظہر ہیں تو دوسری طرف زیریں پرتوں میں اپنی ہی قدروں کے تحفظ اور موروثی طرز فکر و ادا سے گہری وابستگی کا اظہار اس شدت کے ساتھ کرتے ہیں کہ قاری عش عش کر اٹھتا ہے، ساحر شیوی کے ماہیوں میں اپنی مادری زبان سے بے پناہ محبت اور گاؤں کے معصوم خلوص و ایثار کی عمدہ مثالیں موجود ہیں۔ملاحظہ فرمائیں۔

اردو پہ فدا ہوں میں · بالکل ہی نہیں اچھی
اس کی راہوں میں · شہروں کی روش
گر کر بھی اٹھا ہوں میں · کیا بات ہے گاؤں کی

ساحر شیوی نے اپنے ماہیوں کے لیے جن آسان لفظوں کا انتخاب کیا ہے وہ ماہیے کے مزاج سے بھرپور مطابقت رکھتے ہیں۔ساحر شیوی کے ماہیوں کے مجموعے میں کچھ ایسے ماہیے بھی موجود ہیں جن کے تین مصارع ہم وزن ہیں اور ایسے بھی جن کے دوسرے مصارع کے آخر سے دو حرف کم کیے گئے ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ساحر شیوی اپنے مجموعے کی اشاعت تک صحیح وزن کے ساتھ عروضی حضرات کی تجاویز اور ہم وزن ماہیا کہنے والوں سے بھی استفادہ کرتے رہے ہیں۔موصوف کے ماہیے جن متنوع تجربات و مشاہدات کی لفظی تجسیم کرتے ہیں ان میں تخلیقی توانائی اور تاثیر کے بھرپور عناصر موجود ہیں، یہ مجموعہ شاعر کے انفرادی اسلوب اور اظہار میں سلاست وندرت کی بنا پر ماہیے کی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

میں ساحر شیوی کے اس خوبصورت ماہیے پر اپنی بات ختم کرتا ہوں۔

کیا رکھا ہے دنیا میں · سیکھو مرنا بھی · جینے کی تمنا میں

کی محبت، انسانی سماج کی صداقت اور مذہبی عبادت بھی شامل ہوگئی ہے۔ اور یوں دیکھا جائے تو اردو ماہیا دھنک رنگوں کی ایک نئی صنف بن کر منظر عام پر آیا ہے۔ ساحر شیوی کے ماہیے اس کا ثبوت ہیں۔ انہوں نے اس صنف میں حمد، نعت، منقبت، سیاسی، سماجی اور ہر طرح کے مضمون کو باندھا ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

یارب مجھے جینے دے
ساغر وحدت کو
جی بھر کے پینے دے

گھر بار محمدؐ کا
کیسے میں دیکھوں
دیدار محمدؐ کا

☆ ☆

فتنے جو اٹھاتے ہیں
چہرے پہ نیا چہرہ
وہ روز لگاتے ہیں

ہے دھول جہاں بھر میں
جائیں گے کہاں ہم
دم گھٹتا ہے گھر میں

☆ ☆

خوابوں میں وہ آتے ہیں
دلکش روپ لیے
مرے دل میں سماتے ہیں

یہ کیسی مصیبت ہے
جینے کی نہیں چاہت
مرنے کی نہ فرصت ہے

☆ ☆

ان دنوں تمام اردو دنیا میں ماہیا نگاری کو زبردست فروغ ملا ہوا ہے ہر دوسرا شاعر ماہیا نگار بن کر ادب کی تاریخ میں اپنا نام درج کرانے میں پیش پیش دکھائی دیتا ہے۔ ساحر شیوی کی طرح سنجیدہ ماہیا نگار انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں۔ جو واقعی خلوص دل سے اردو کی خدمت کرنا چاہتے ہیں۔ ساحر تن من دھن سے اس خدمت میں جٹے ہوئے ہیں۔ کئی رسائل ان کی کوششوں سے منظر عام پر آرہے ہیں۔ کئی کتابیں ان کے مالی تعاون سے شائع ہو رہی ہیں۔ ان کی نظر موجودہ دور کے بدلتے ہوئے ادبی منظر نامے پر گہری اور بھرپور ہے۔ جس کا ثبوت وہ اپنی تخلیقات کے ذریعہ بخوبی دیتے رہتے ہیں۔

میں نے کئی ماہیا نگاروں کی شاعری پڑھی ہے۔ زیادہ تر شعرا نے اسے بہت ہی

پوچھا کیوں کرتے ہو

☆

کوئی لکھے تو قصہ
آزادی کے دن میں
اردو ادب کا حصہ

☆

کیوں آدمی روتا ہے

☆

اٹھا ہے اک شاعر
وادیٔ کوکن سے
کہتے ہیں جسے ساحرؔ

☆

وادیٔ کوکن سے اٹھنے والے اس ساحرؔ کا نام عالمی اردو برادری میں اپنا ایک اہم مقام رکھتا ہے۔ اس کے ماہیوں میں نہ صرف پنجاب کی سوہنی کی پکار ہے بلکہ وادیٔ کوکن کی جھنکار بھی ہے۔ افریقہ کے سماج کا کرب بھی ہے اور لندن اور امریکہ کے ایٹم بموں کی گونج بھی ہے۔ ساحر شیوی کے یہ ماہیے موضوعات کی سنجیدگی کی وجہ سے اپنی مثال آپ ہیں انہیں کسی آئینے کی ضرورت نہیں ہے۔ آخر میں ان کے ایک ماہیے پر میں اس مضمون کو مکمل کرتا ہوں۔

کچھ ذکر خدا کر لے
میرے لیے بھی تو
اے یار دعا کر لے

تجدید کر کے اس کو استحکام بخشا۔ کینیا سے ہجرت کے بعد جب انگلستان میں اپنے قدم جمائے تو یہاں بھی بڑے اخلاص سے اردو کے چراغ روشن کیے اور یورپ میں پہلا اردو سہ ماہی رسالہ ''سفیر اردو'' جاری کر کے اردو سے اپنی اٹوٹ محبت کا ثبوت پیش کیا۔

ساحر شیوی کی شاعری اپنی تمام خوبیوں کے ساتھ دھنک رنگوں میں نظر آتی ہے۔ انہوں نے تمام اصناف سخن کے پھول کھلائے۔ غزل، نظم، رباعی، قطعہ، ہائیکو، کہہ مکرنیاں، سین ریو، تکونی اور تروینی کے ساتھ ماہیوں کو بھی جلا بخشی۔ ان کے ماہیوں کی خوبصورت بیاض ''وادیٔ کوکن'' ادبی سوغات کے روپ میں پرستارانِ شعر و ادب سے خراج تحسین لے رہی ہے۔ ''وادیٔ کوکن'' کے ماہیوں میں موضوعات کا کینوس بہت کشادہ نظر آتا ہے۔ جس میں ساحر شیوی کی فکر کی وسعت جلوہ فگن ہے۔ سماجی، معاشرتی، تہذیبی اور ثقافتی موضوعات ماہیوں کے پیرہن میں ان کے بوقلموں احساسات کے مظہر ہیں۔ ساحر شیوی کے ماہیوں میں مذہبی رنگ بھی ان کے اندر کے مقدس رنگ کا عکاس ہے۔

یہ کیا کوئی جادو ہے
جہاں نظر جائے
ہر سمت تو ہی تو ہے

☆

مجھے تجھ پہ بھروسہ ہے
فکر نہیں ہے کچھ
تو رحم کا دریا ہے

☆

مہلت ملے جینے کی
اللہ اگر چاہے
نیت ہے مدینے کی

ساحر شیوی لسانی شعور سے متصف ہونے کے باوجود لفظیات کی بازی گری سے گریز کرتے ہیں اور انہیں معنوی انداز میں برتنے کا ہنر جانتے ہیں ان کے ماہیوں میں داخلی و خارجی محرکات کی پیکر سازی میں زبان و بیان کی دلآویزی، لہجے کی شائستگی، احساس کی حرارت اور انداز کے بانکپن کی تہذیب ملتی ہے۔

پیدائی دنیا کر
بحر الم میں بھی

رس گھولتا رہتا ہوں
اپنے فسانوں میں

شمیم انجم وارثی۔انڈیا

ماہیا جگت کا معتبر شاعر

ماہیا سرزمین پنجاب کی وہ صنف شعری ہے جسے سرزمین عشق و محبت کہا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا کہ اسی سرزمین سے ہیر رانجھا اور سوہنی مہیوال جیسے محبت کرنے والوں نے بھی جنم لیا ہے۔

ماہیا پنجاب کا ایک مقبول لوک ورثہ ہے۔اس کے لغوی معنی محبوب کے ہیں۔ماہیا تین مصرعوں کی نظم ہوتی ہے جس کے دوسرے مصرعے میں ایک رکن کم ہوتا ہے اور یہی خصوصیت اسے ثلاثی سے ممتاز کرتی ہے کہ جس میں تینوں مصرعوں کے ارکان برابر ہوتے ہیں۔ یہ صنف ۱۹۹۰ء کے آس پاس اردو شاعری میں داخل ہوئی اور آج پوری دنیا میں اس کا جادو چل پڑا ہے۔

سب سے پہلے ۱۹۳۶ء میں ہمت رائے شرما نے بنی فلم ''خاموش'' میں من کو موہ لینے والے ماہیے لکھ کر اس صنف سخن سے فلم بینوں کو متعارف کرایا اور اس کے بعد ہی فلمی دنیا میں ماہیے لکھنے کی ایک تحریک سی چل پڑی پھر فلم ''پھاگن'' میں قمر جلال آبادی فلم ''نیا دور'' میں ساحر لدھیانوی اور پاکستانی فلم ''حسرت'' میں قتیل شفائی نے سماعت پر جادو کر دینے والے ماہیے لکھے جس کی آواز آج بھی پوری دنیا میں سنائی دے رہی ہے۔

ماہیا ہمارے ملک کی وہ صنف شعری ہے جس کی تخلیقی فضا میں خاکِ وطن کی سوندھی سوندھی خوشبوئیں رچی بسی ہوئی ہیں۔ چند برسوں سے اس کے عروضی فارم کے تعلق سے جو بحث و مباحث کا سلسلہ چل رہا ہے وہ سو فیصد کامیاب ثابت ہوا ہے۔محترم حیدر قریشی (جرمنی)، ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی (بھاگل پور)، امین خیال (پاکستان) اور نذیر فتح پوری

ماہیے ملاحظہ کیجئے۔

وہ عہد جوانی سے
کھیلتے آئے ہیں
انگاروں سے پانی سے

پُر درد کہانی ہے
ان کے بنا میری
پژمردہ جوانی ہے

☆ ☆

جیون میں شرارے ہیں
پربت کی راہوں میں
کانٹے ہی کانٹے ہیں

جب روگ لگا بیٹھا
سوچ نہ الفت میں
گورا ہے کہ وہ کالا

☆ ☆

مندرجہ بالا ماہیوں کو پڑھنے کے بعد یہ بات پوری طرح واضح ہوجاتی ہے کہ
موصوف کے ماہیوں میں برجستگی اور لفظیات کی ہم آہنگی کے ساتھ ساتھ خیال آرائی اور اثر
آفرینی بھی کمال کی پائی جاتی ہے۔ چند ماہیے اور دیکھیں ۔

گلشن میں گھٹن سی ہے
دور یہ کیسا ہے
پھولوں میں چبھن سی ہے

رخ موڑ تو سکتے ہو
جھوٹ کے شیشے کا
دل توڑ تو سکتے ہو

☆ ☆

جیتا ہوں نہ مرتا ہوں
خوف مرا دیکھو
سائے سے بھی ڈرتا ہوں

ساحر صاحب نے نظم وغزل کے علاوہ دوسری اصناف سخن میں بھی طبع آزمائی کی
ہے۔ مثلاً رباعی، کہہ مکرنیاں، قطعہ، ہائیکو، سین ریو، تکونی اور تروینی وغیرہ بھی لطیف انداز میں
کہے ہیں اور کامیاب رہے ہیں۔ لیکن ماہیا ان کی فکر کا محبوب حصہ رہا ہے۔ ساحر صاحب نے
اپنی تخلیقی توانائی اور فکری رعنائی کے سہارے ماہیوں کو جو عروض بخشا ہے وہ قابل تحسین ہے
آیئے چند ماہیے اور دیکھیں ۔

ڈاکٹر محبوب راہی۔انڈیا

ساحر شیوی کی تخلیقی جہتیں (ایک تاثر)

تمام مروجہ نیز نو بہ نو تجرباتی اصناف شعر و ادب کے مختلف الجہات موضوعات پر مبنی رسائل و جرائد میں مضامین نو بہ نو پر مشتمل تخلیقات کے انبار لگانے والے اردو کے معروف و مقبول پُر گو اور کثیر التصانیف شاعر و ادیب ساحر شیوی کا شمار ان چند خوش بختوں میں ہوتا ہے جنہیں گردش روزگار سرزمین وطن سے دور بہت دور سمندر پار کی اجنبی دنیاؤں میں بسیرا کرنے پر مجبور کرتی ہے تو وہ آگ لینے کو جائیں پیغمبری مل جائے کی مصداق نہ صرف یہ کہ معاشی گتھیوں کو ناخن تدبیر و عمل سے سلجھانے میں کامیاب و شادکام ہوتے ہیں بلکہ فہم و فراست، جہد مسلسل اور سعی پیہم کی بدولت خدائے بخشندہ کی ودیعت کردہ ذہنی و فکری صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے کچھ ایسے رخشندہ، تابندہ بے مثال اور لازوال کارنامے انجام دے جاتے ہیں جو پرائے دیس میں ان کے ساتھ ان کے وطن کے نام کو بھی تابناکی اور رخشندگی عطا کرنے کا موجب قرار پاتے ہیں۔

ہندوستان جنت نشان کی وادئ شاداب کوکن میں واقع ضلع رتنا گیری کے دور افتادہ اور غیر معروف موضع شیو سے نکل کر تلاش معاش میں سرگرداں، افتاں و خیزاں کالوں کے ملک افریقہ کے شہرۂ آفاق شہر نیروبی پہنچ کر نیز اس اجنبی دیار میں عمر عزیز کا لذیز ترین حصہ جسے امنگوں کی راتوں اور مرادوں کے دنوں سے تعبیر کیا جاتا ہے، کاٹ دینے کے بعد اپنی تمام تر کائنات کے ساتھ پھر نقل مکانی کر کے گوروں کے دیس برطانیہ کے خوبصورت شہر لیوٹن میں بود و باش اختیار کرنے والے ساحر شیوی روزی روزگار کے الجھے کاکلوں کی گرہیں کھولنے کے ساتھ ساتھ گیسوئے شعر و سخن سنوارنے کے خوشگوار عمل میں نہایت خلوص و انہماک اور تندہی کے

کا موضوع بالعموم عاشق و معشوق کے مابین مکالمہ ہوتا ہے۔ اسے گیت کی مخصوص لے میں گایا جاتا ہے۔ موسیقیت کی بنا پر یہ عوامی خراج سے ہم آہنگ ہوتا ہے۔ ساحر شیوی نے اسے بندھے ٹکے موضوعات ۔ کے حصاروں سے نکال کر نئی موضوعاتی اور معنوی فضاؤں سے آشنا کیا ہے۔ پنجابی کے روایتی صحیح وزن میں (جس کے درمیانی مصرعہ میں ایک سبب کم ہوتا ہے) بھرپور اور کامیاب ماہیے تخلیق کیے ہیں لہٰذا ان کے ماہیوں میں روایتی موضوعات کے ساتھ ساتھ کرب ذات، غم کائنات، معمولات و معاملات حیات و ممات، سیاسیات، سماجیات، معاشیات اور مذہبیات مختصر یہ کہ دنیا و مافیہا کے ہر موضوع کی کامیاب ترجمانی ملتی ہے۔ ساحر شیوی کے ماہیوں میں اللہ کی وحدانیت اور اس کی فطرت کے مناظر ہیں۔ دیدار نبیؐ کی تڑپ ہے۔ سچائیوں کا اظہار ہے۔ انسانی عظمتوں کے اُجالے اور طاغوتی پستیوں کے اندھیرے ہیں۔ محبت کی سرمستیوں اور خوش کامیوں کے ساتھ ساتھ کرب کی تلخیاں ہیں، زندگی کے دکھوں کی پرچھائیاں ہیں۔ کہیں پھولوں میں مہک ہے تو کہیں ان میں چبھن کا احساس ہے۔ چاکِ گریباں کی رفوگری ہے بہتا ہوا خون اور جلتے ہوئے گھر ہیں۔ حیات کی نیرنگیاں ہیں، جوانی کی رنگینیاں اور رعنائیاں ہیں۔ حسن و عشق کے معاملات، ہجر و وصال، شکوہ و شکایات کی حکایات غرض یہ کہ وہ سب کچھ ہے جس سے انسانی زندگی کو ہر گام سابقہ پڑتا ہے۔ چند مثالوں پر اپنی بات ختم کرتا ہوں۔

پھولوں کو مہک دی ہے
کوئی تو ہستی ہے
کلیوں کو چٹک دی ہے

گھر بار محمدؐ کا
کیسے میں دیکھوں
دیدار محمدؐ کا

گلشن میں گھٹن کیسی
دور یہ کیسا ہے
پھولوں میں چبھن کیسی

☆ ☆ ☆

ہستی میں بہار آئے
آپ اگر آئیں
پھر دل میں قرار آئے

ہر شخص پریشاں ہے
شہر کراچی اب
غارت گر انساں ہے

شہرت کا زمانہ ہے
نام کی خاطر اب
ہر ایک دیوانہ ہے

ماہیے پر طبع آزمائی کی ہے لیکن ''وادئ کوکن'' ان کے ماہیوں کا مجموعہ ہے جو زیر نظر ہے، ان کے ماہیوں میں تخلیقی اور فنی حسن کاری ہے، زبان و بیان میں سادگی و سلاست اور روانی کے ساتھ جو آہنگ کے تنوع کی صباحت گھلی ہوئی ہے اس سے کلام کا حسن اور بھی نکھر آیا ہے نیز ان کے کلام میں جو سحر طرازی اور مرقع سازی کی حسین آمیزش ہے اس سے مختلف النوع ماحول کی عکاسی ہوتی ہے، محاورات کی آمیزش ماہیوں کے حسن میں اضافہ کا باعث ہے حق ادا کرنا، دعا دینا، نفرت کرنا، دل توڑنا، فتنے اٹھانا (فتنہ اٹھانا صحیح محاورہ ہے) بہار آنا، جی لینا، مانگ بھرنا، جیسے محاورات بڑی نظافت کے ساتھ جلوہ گر ہیں مذکورہ محاورات سے مزین ماہیے پیش ہیں۔

حق سب کا ادا کرنا
بے حد ہے ضروری
اپنوں سے وفا کرنا

مانگو تو خدا دے گا
مایوس نہیں ہونا
وہ فیض دعا دے گا

مذہب سے نہ نفرت کر
راہ الٰہی ہے
اللہ سے محبت کر

☆ ☆ ☆

رخ موڑ تو سکتے ہو
جھوٹ کے شیشے کا
دل توڑ تو سکتے ہو

جی لینا قرینے سے
درد کے ساگر میں
مت کھیل سفینے سے

ساتھ وہ لایا ہے
مانگ مری بھرنے
ساجن گھر آیا ہے

پانچویں ماہیے میں لفظ چہرے اور چہرہ نظم ہوا ہے جو ہم جنس الفاظ ہیں اور ایک کی نسبت دوسرے لفظ میں ایک حرف مختلف ہے اور باقی ماندہ حروف ایک ہی ہیں اس لیے اس میں صنعت تجنیس مضارع ہے۔ چھٹے ماہیے میں پت جھڑ اور بہار متضاد الفاظ ہیں بریں بنا، یہ صنعت تضاد کی خوبی سے مالا مال ہے۔

کہیں کہیں پر وہ ایسی انوکھی اور نرالی تشبیہ پیش کر دیتے ہیں کہ کلام کی رنگینی دو چند ہو جاتی ہے ملاحظہ ہو۔

ایسے میں کہاں سکھ ہے
جن کے جیون میں
ساگر کی طرح دکھ ہے

یہ دیس ہے گوروں کا
ایسا ہی جیسے
موسم ہو پھولوں کا

پہلے ماہیے میں تشبیہ کے علاوہ سکھ اور دکھ میں تضاد ہے لہٰذا یہ ماہیا صنعت طباق

ہر ذی علم وفن محسوس کرے گا اور پانچویں ماہیے میں لفظ ''بھائی'' ایک سے زائد مرتبہ نظم ہوا ہے جس کی وجہ سے اس میں صنعت تکرار لفظی ہے۔

ان کے یہاں ایسے ماہیے بھی مل جاتے ہیں جن میں موصوف نے اپنے تئیں فخریہ باتیں کہی ہیں اور جب شاعر کسی بات کو اپنے تئیں فخریہ طور پر بیان کرے تو اسے صنعت تصلیف کہتے ہیں یہاں موصوف نے اردو پہ فخر کیا ہے اور اسے بہت ہی شگفتگی کے ساتھ بیان کیا ہے نمونے کے طور پر صرف تین ماہیے پیش ہیں۔

اردو کی عنایت ہے
اب شہر سخن میں
ساحر کی بھی عزت ہے

گھر بار مرا اردو
اردو ہی مری ماں
سنسار مرا اردو

اردو پہ فدا ہوں میں
اس کی راہوں میں
گر کر بھی اٹھا ہوں میں

صنعت تصلیف کے علاوہ دوسرے ماہیے لفظ ''میرا'' اور ''میری'' ہم جنس الفاظ ہیں اور ایک کی نسبت دوسرے لفظ میں ایک حرف مختلف ہے اس لیے اس میں صنعت تجنیس مضارع ہے اس ماہیے میں لفظ ''میرا'' اور ''اردو'' ایک سے زائد مرتبہ نظم ہوا ہے جو ضرورت کے تحت ہے اس لیے اس میں حشو ملیح ہے جسے صنعت میں بھی شمار کرتے ہیں کیونکہ اس سے کلام میں ملاحت پیدا ہوتی ہے۔

موصوف کے کلام میں جو بوقلمونی، ملاحت اور غرابت آمیزی کا استقصا ہے اس سے ان کی شخصیت بھی نمایاں حیثیت کی حامل نظر آتی ہے کیونکہ کوئی بھی ادب معاشرے کے ساتھ تخلیق کار کی شخصیت کا بھی آئینہ دار ہوتا ہے، ساحر شیوی تعمیر و تشکیل کے متوالے ہیں اگر ان کو Optimist کا نام دیا جائے تو غلط نہ ہوگا کیونکہ وہ غم و یاس میں رو رو کر زندگی گزارنے کے قائل نہیں ہیں قنوطیت کی طرف سے آنکھیں بند کر کے امیدوں کی کرنوں کے سہارے جہد مسلسل سے منزل مقصود تک پہنچنے کے قائل ہیں اس قبیل کا ایک ماہیا ملاحظہ ہو۔

تنویر کی باتیں کر
ہوگا اجالا پھر
تعمیر کی باتیں کر

تنویر اور اجالا ہم معنی الفاظ ہیں لہٰذا یہ ماہیا صنعت تکرار معنوی میں ہے۔

ان کے ماہیوں میں آفاقیت ہے جو ان کی کد و کاوش اور بلند پروازی کی طرف اشارہ کناں ہے کیونکہ انہوں نے پر شکوہ اور تراشیدہ الفاظ کو صحت مندانہ ترتیب کے ساتھ پیش

اللہ کہاں ہوگا　　　مندر میں کعبے میں　　　ڈھونڈیں گے جہاں ہوگا۔

جب کسی کلام میں پہلا اور آخری لفظ ایک ہی ہو تو وہ صنعت ردالعجز علی الصدر میں کہلاتا ہے ساحر شیوی کا ذیلی ماہیا اس خوبی سے مالا مال ہے کیونکہ لفظ ''ہے'' پہلے مصرع کے شروع میں اور آخری مصرع کے آخر میں جلوہ گر ہے ملاحظہ ہو۔

ہے شب نہ سویرا ہے　　　روشنی ہو کیسے　　　جس دل میں اندھیرا ہے

اس ماہیا میں شب اور سویرا نیز روشنی اور اندھیرا متضاد الفاظ ہیں اور اس میں لفظ نفی بھی موجود ہے اس لیے مذکورہ ماہیا صنعت طباق سلبی میں ہے۔

جب کلام میں دو لفظ عدد، نوع اور ترتیب میں متفق ہوں لیکن ہیئت میں مختلف ہوں تو اس کو صنعت تجنیس محرف کہتے ہیں ان کے ذیلی ماہیوں میں ''تو'' اور ''تُو''۔ ''مَیں'' اور ''میں'' صرف ہیئت میں مختلف ہیں اس لیے اس میں صنعت تجنیس محرف در آئی ہے۔

مانا کہ تو شاعر ہے　　　اردو پہ فدا ہوں میں

انساں ہی تو ہے　　　اس کی راہوں میں

کس بات پہ فاخر ہے　　　گر کر بھی اٹھا ہوں میں

موصوف کا ایک اور ماہیا نمونے کے طور پر پیش ہے جس میں صنعتوں کے ساتھ زندگی کے کرب کو بڑی نزاکت سے پیش کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

مت کر آہ وزاری　　　موت یقینی ہے　　　آئے گی باری باری

مت اور موت تعداد اور ہیئت میں تو مختلف ہیں لیکن پہلے لفظ ''مت'' میں دوسرے لفظ ''موت'' سے ایک حرف بیچ میں کم ہے بریں بنا، اس میں صنعت تجنیس زائد و ناقص ہے دوسری خوبی یہ ہے کہ لفظ ''باری'' دوبار نظم ہوا ہے بریں بنا، یہ صنعت تکرار لفظی سے بھی مزین ہے۔

ساحر شیوی کی ماہیا نگاری کی خصوصیات نیز اس کے متعلقات ومنسلکات بیان کرنے کے بعد راقم کو یہ کہنے میں کوئی عار نہیں کہ موصوف نے اردو ادب میں اپنی جو شناخت بنائی ہے وہ لائق مستحسن ہے کیونکہ انہوں نے فنی اور تخلیقی تازہ کاری سے ماحول کے دھارے پر قدغن لگا کر معاشرے کی جو معالجہ آرائی کی ہے اس سے ان کی شخصیت منفرد اور نمایاں حیثیت کی حامل ہوجاتی ہے وہ مسلم الثبوت ایک اچھے شاعر ہیں بلند خیالی ان کی بلند و بالا منزل کی غماز ہے۔

ھوتی ہے جیسی جلترنگ بجتے ہی انسانوں کے دل کے تار بج اٹھتے ہیں اس کے ماہیوں میں پنجابی درد و محبت کی آشنا سرمستیاں اجاگر ہیں آسان طرز نگارش میں بلا کی ترنم ریز موسیقیت نے اثر آفرینی پیدا کر دی ہے چند ماہیے دیکھئے۔

معصوم ہے پیاری ہے
دیوار پہ لٹکی ہے
تصویر تمہاری ہے

دکھ شہر کے سہتے ہیں
فٹ پاتھوں پر بھی
انسان ہی رہتے ہیں

گو شہر میں وحشت ہے
ساحر یہ نہیں کم
جان اپنی سلامت ہے

شخصیت نیز حمد و نعت پر اچھوتے ماہیے دل کو موہ لیتے ہیں۔ طوالت کے خیال سے ان کو نقل نہیں کرتا۔

ساحر شیویٰ کا یہ بھی کارنامہ ہے کہ ان کے حلقہ ادب نوازی میں انور شیخ جیسے محترم شاعر محقق اور دانشور ہی نہیں سید معراج جامی جیسا مخلص انسان ادب شناس دیوانگی کی حد تک ردو سے محبت کرنے والا شامل ہے اور یہ حلقہ احباب پوری دنیا میں پھیلتا جا رہا ہے۔ محترم عبدالقوی ضیا اور مناظر عاشق ہرگانوی نے ''وادیٔ کوکن'' کے ماہیوں پر جو تبصرے کیے ہیں وہ مجھ کو ہی نہیں بلکہ جہان ادب کے باشعور قاری کو متاثر کرے گا یقیناً یہ ماہیے ادب میں اضافہ کہے جائیں گے۔

مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ڈاکٹر فراز حامدی جیسے بالغ النظر نقاد نے مضامین سپرد قلم کئے ہیں اور ''وادیٔ کوکن کی سیر'' کے عنوان سے ان کی کتاب چھپ رہی ہے۔ سن کر بے حد سرت ہوئی میری دعا ہے اللہ ان ادب کے متوالوں کو عمر خضر عطا فرمائے تاکہ اردو پھلتی پھولتی رہے۔ (آمین)

عید کے تیسرے دن میری چھوٹی بہن صدیقہ بیگم کا انتقال کراچی (پاکستان) میں ہو گیا اور مجھے ساحر شیوی کا یہ ماہیا یاد آیا۔

جب عید کا عالم ہو / اس پہ کیا گزرے / جس کے گھر ماتم ہو

اور میں نے محسوس کیا کہ حال سے جو مطابقت رکھتی ہو وہی سچی شاعری ہے یا ادب وہ آئینہ ہے جس میں قاری کو اپنی تصویر ابھرتی نظر آئے۔

میں تخلیقی توانائی کے جوہر دیکھنے ہوں، اگر آپ کو فکری بالیدگی کے کرشمے ملاحظہ کرنے ہوں اور اگر آپ کو طرحداری وحسن کاری کے نمونے دیکھنے ہوں تو پھر ان کے ماہیوں کی یہ کتابی قوس قزح ضرور دیکھیں جس میں لَے، لوچ، لحن کے شوخ رنگ شامل ہیں تو دلآویزی، دلکشی و دلربائی بھی جلوۂ صد رنگ بن کر ابھرتی ہے۔ اجی جناب اگر موضوعاتِ ماہیا دیکھو گے تو پھڑک جاؤ گے ورنہ حیرت کے سمندر میں ڈوب جاؤ گے کیونکہ وہ متفرق ہیں، کیونکہ وہ مختلف ہیں، کیونکہ وہ متنوع ہیں یعنی ایک وادیٔ کوکن سے جس میں کئی جہات کی قندیلیں روشن ہیں۔ یہ ہمارا دعویٰ ہے اور دعویٰ مع دلیل و وکیل کے ہے کہ اگر مستند و معتبر ماہیا نگار شعراء کی کوئی چھوٹی سی فہرست تیار کی جائے تو اس میں ساحر شیوی کا نام نامی اور اسم گرامی ضرور شامل ہوگا۔ وجود باری تعالیٰ کو ثابت کرنے کے لیے جب ان کا ایک ہی ماہیا

پھولوں کو مہک دے دی
کوئی تو ہستی ہے
کلیوں کو چٹک دے دی

کافی ہو تو یہی ہمارے دعوے کا ثبوت بھی سمجھ لیجئے۔ ہم کوئی عطار نہیں ہیں کہ مشک فراہم کریں۔ ارے صاحب جب شاعری میں ساحری شامل ہو جائے تو طلسم ہوشربا پیدا ہی ہوگا۔

کیا خوب کہانی ہے

شعَیب: خوب بہت ہی خوب، کیا اس میں صرف کوکن ہی کی باتیں ہیں؟

جامی نہیں بلکہ بھارت کی باتیں بھی
انگلینڈ کے قصے ہیں
کچھ پیار کی گھاتیں بھی

شعیب: ساحرشیوی صاحب کا ذہن رسا خوب کام دکھاتا ہے۔ غزلیں، نظمیں، حمد و نعت، گیت، کہہ مکرنیاں، ہائیکو اور اب ماہیے، واقعی ساحرشیوی صاحب نہ صرف یہ کہ قادر الکلام ہیں بلکہ ہر صنف سخن کو سمجھتے بھی اچھی طرح ہیں اور پھر اس صنف کا حق بھی ادا کر دیتے ہیں۔

جامی: تم نے درست کہا ہے، وہ واقعی قادرالکلام ہیں اور ہر صنف سخن کو سمجھ کر اس میں کہتے ہیں ساحر کا جادو ہے
جس صنف پہ ہاتھ رکھا
اس صنف پہ قابو ہے

شعیب: میرے خیال میں ساحر صاحب نے اردو ادب میں بہت سی صنف پہ کلام کہا ہے۔ گویا اس طرح وہ بیشتر اصناف ادب پر حاوی ہیں۔

جامی یقیناً بس اتنا سا قصہ ہے
ہر صنف ادب میں بھی
ساحر کا حصہ ہے

شعیب: آج کل ماہیوں پر بڑا بُرا وقت آیا ہے۔ دو ہے دو اوزان میں کہے جا رہے ہیں۔ مساوی الاوزان اور دوسرے مصرع میں ایک رکن کم کے ساتھ۔ ساحر شیوی صاحب نے کس وزن پر ماہیے کہے ہیں۔

جامی: جھگڑے کو مٹایا ہے
ہر وزن میں ماہیے کو
ساحر نے لکھا ہے

شعیب ایک غیر اردو داں شخص کا اردو سے نہ صرف اس قدر جنون بلکہ اردو پہ اس قدر کمان، کیا یہ سب قدرت کی مہربانی نہیں ہے؟

جامی تم نے اگر تاریخ ادب اردو کا مطالعہ بانظر غائر کیا ہے تو دیکھا ہوگا کہ اردو کو سب سے زیادہ ترقی وترویج انہیں لوگوں سے ملی جن کی مادری زبان اردو نہیں تھی۔جن کی مادری زبان اردو ہے وہ دراصل لکیر کے فقیر ہیں اور کچھ یوں بھی سہل پسند ہو گئے کہ اردو تو ان کے گھر کی لونڈی ہے، جبکہ غیر اردو زبان احساس کمتری کا شکار رہے اور اس احساس کو مٹانے کے لیے انہوں نے اردو کو ایک طرح سے گھول کر پی لیا تاکہ کوئی ان پر انگلی نہ اٹھا سکے۔یوں اردو، اپنوں سے زیادہ غیروں کی مرہون منت رہی ،ساحر صاحب کی مادری زبان مراٹھی ہے، کوکن میں کیا پورے مہاراشٹریہ میں مراٹھی بولی جاتی ہے اور یہ ہندو مسلم کی مشترکہ زبان ہے۔اس کے باوجود کوکن سے اردو کے نامور سپوتوں نے جنم لیا ہے جن کے ذکر سے اردو ادب کی تاریخ سجی ہوئی ہے۔ساحر صاحب کا نام بھی انہی صاحبان کمال میں ہے جنہوں نے اردو کی اس طرح خدمت کی ،اس کو حاصل کرنے کے لیے اتنی تگ ودو کی کہ بالآخر ایک عالم نے انہیں اردو کا فنکار تسلیم کر ہی لیا اور اس طرح ان پر انگلی اٹھانے والے اور آوازے کسنے والوں کے منہ کو خود بخود تالا لگ گیا۔

ہر منہ کو لگا تالا / کوکن سے اُبھرا ہے / اردو کا متوالا

شعیب آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ساحر صاحب کے ماہیوں کی اس کتاب میں آپ نے بھی کچھ لکھا ہے؟

جامی بھائی میرے ! میں نے تو ابھی تک ایک بھی ماہیا نہیں کہا ہے، بھلا ماہیے پر کیا لکھتا۔البتہ اس کتاب کی تیاری کے وقت میں نے ماہیا پر مزید پڑھا ہے،مزید اس لیے کہا کہ اس سے قبل ایک سہ ماہی رسالہ ''ماہیا روپ'' کے نام سے بھی نکال رہا ہوں۔ یہ خیال اگرچہ میرا نہیں تھا مگر اس کو عملی جامہ میں نے پہنایا ہے۔ جب ماہیا روپ کے پہلے شمارے کو تیار کر رہا تھا تو میں نے ماہیا پر تفصیلی

صاحب کے ماہیوں کے پس منظر کا جائزہ لیتا ہوں تو کئی احباب کی نگارشات آپ اس کتاب میں پڑھ لیں گے۔ اگر ذاتی حوالے سے باتیں کرتا ہوں تو وہ میں ان کی کتابوں میں کر چکا ہوں۔

شعیب — آپ نے ماہیے نہیں کہے ہیں، مگر آپ نے ابھی میرے ساتھ گفتگو میں ماہیے پڑھے ہیں۔:

جامی — ہاں یہ ساحر صاحب کا فیض ہی کہلائے گا کہ میں نے ابھی تک ماہیے نہیں کہے تھے مگر اس کتاب کے مطالعے سے خود بخود مجھ سے ماہیے ہو گئے اور یہ ساحر شیوی صاحب کی ماہیا نگاری اور ان کی کتاب کے حوالے سے ہوئے ہیں۔

شعیب — بس تو پھر آپ یہ کریں کہ ہماری اسی گفتگو کو قلمبند کریں۔ کیونکہ اس میں صرف ساحر صاحب اور ان کتاب کے حوالے سے باتیں ہوئیں ہیں نیز آپ نے پہلی مرتبہ جو ماہیے کہے وہ بھی اسی نشست میں اور انہیں کے حوالے سے ہیں۔ اس طرح یہ گفتگو غیر ضروری نہیں کہلائے گی۔ کیا خیال ہے؟

جامی — تمہارا خیال بُرا نہیں ہے۔ ایسا ہو سکتا ہے۔

لہٰذا قارئین محترم! شعیب کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے میں نے یہ گفتگو صفحہ قرطاس پر منتقل کر دی ہے۔ وادی کوکن ساحر صاحب کے ماہیوں کا مجموعہ ہے اور اس مجموعہ میں جتنے ماہیے ہیں وہ تو پڑھنے سے تعلق رکھتے ہی ہیں مگر اس کتاب میں ایک خاص بات یہ ہے کہ ساحر صاحب کے ماہیوں پر لکھنے والے اہل قلم حضرات نے ماہیا کی تاریخ، ہیئت، اسلوب، اوزان اور مزاج و کیفیت پر بڑی محنت اور تحقیق سے مضامین لکھے ہیں، وہ بھی پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس طرح یہ ساحر شیوی صاحب کے ماہیوں کی کتاب ''وادی کوکن'' دو آتشہ ہو گئی ہے۔

خدمت میں شاعر کے
جو میں نے کہے ماہیے
یہ نذر ہیں ساحر کے

نذیر فتح پوری۔ پونا

ماہیے

(ساحر شیوی کے لیے)

کوکن کی یہ وادی ہے
گیت سنا ساحر
فطرت نے صدا دی ہے

☆

جذبات کے مظہر ہیں
ماہیے ساحر کے
حالات کے مظہر ہیں

☆

جب ماہیے گاتا ہے
وادئ کوکن میں
تو پھول کھلاتا ہے

ابراہیم ذوق۔ لیوٹن

ماہیے

(نذرِ ساحر شیوی)

ہر لب پہ ترا چرچا
ماہیا گو شاعر
ساحر ہے بہت اچھا

☆

ساحر تری باتوں میں
کوکن کی خوشبو
رچ بس گئی یادوں میں

☆

وہ نثر بھی لکھتا ہے
ماہیا گو بھی ہے
اور نظم بھی کہتا ہے

☆

سنسار ہے اردو کا
ساحر کا دیوان
شہکار ہے اردو کا

☆

سمان بھی دے دے گا
اردو پر ساحر
ہاں جان بھی دے دے گا

☆

اردو کا پجاری ہے
ہائیکو کا شاعر
ہر صنف پہ بھاری ہے

☆

انسان بہت اچھا ہے
ذوق چلو ڈھونڈیں
ساحر کہاں رہتا ہے

☆

[وادی کوکن] کی سیر اردو کے ہر قاری کو کرنی چاہیے تا کہ ماہیوں کی تازہ مہک کا احساس ہو!

سید منظور الحسن برکاتی

ساحر شیوی ہندوستان کے نہیں بلکہ بین الاقوامی شاعر ہیں۔آپ کی متعدد شعری، علمی تنقیدی تصنیفات و تالیفات شائع ہوکر بازار ادب کی زینت بن کر اس کی قدر و قیمت میں اضافہ کر چکے ہیں۔ان کی شاعری اور تصنیفی صلاحیت شہرہ آفاق ہے۔ہندو پاک اور برطانیہ و افریقہ کا کوئی ادبی مجلّہ ان کی تخلیقات کی اشاعت سے محروم نہیں ہے۔وہ خود ایک مشاق صحافی اور علم وفن کے دریا کے ایسے غواص ہیں جو سمندر کی گہرائیوں میں جا کر علم وادب کے موتی چن لاتے ہیں اور انہیں اپنے علم و تجربہ کی مدد سے ایسا رنگ وروپ دیتے ہیں کہ ان کی آب وتاب سے آنکھیں خیرہ ہونے لگتیں ہیں اور علم کے جویا بے اختیار کہہ اٹھتے ہیں کہ

ہاتھ آنکھوں پہ نہ رکھ لوں تو قیامت ہو جائے

ساحر شیوی کے ماہیوں کا مجموعہ ''وادی کوکن'' میری نظروں سے گزرا ہے۔ان میں سے کچھ ماہیے اس نوعیت کے ہیں کہ رومان، عشق وحسن و سرمستی و سرخوشی کے ساتھ چھوٹے مصرعوں میں حالات حاضرہ کی عکاسی کے ذکر سے گریز اور مستقبل کی تابناکیوں کا خیر مقدم ان کے ماہیوں کی جان ہے۔دیکھئے وہ کس خوبصورتی سے اپنے دل کی بات مختصر سے بولوں میں کس چابکدستی سے ادا کرتے ہیں

ماضی کے زمانے کا / ذکر نہ کر ساحؔر / رخ دیکھ زمانے کا

اس ماہیے میں رخ دیکھ زمانے کا فقرہ کس قدر بلیغ اور معنی آفریں ہے بس یوں کہیے کہ دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے۔سبحان اللہ

ساحؔر صاحب کا ایک اور ماہیا مجھے بے حد پسند ہے جس میں انہوں نے گری ہوئی انسانیت کی ساکھ کو قائم کرنے کے لیے جواز پیش کیا ہے۔

گرتوں کو سنبھالا کر / عظمت انساں سے / ظلمت میں اجالا کر

اور ساحؔر شیوی کس دردمندی سے قوم کے معماروں کو وارننگ دیتے ہیں

اے قوم کے معمارو / گلیوں میں بہتا / ہے کس کا لہو یارو

کتاب کی اشاعت سے اردو دنیا کو ایک قیمتی ادبی ذخیرہ ہاتھ آئے گا اور شہرت عام و بقائے دوام کی منازل سے گزرے گا۔ان شاءاللہ۔

پروفیسر احتشام اختر

ساحرؔ شیوی کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ان کی شعری و نثری نیز صحافی خدمات قابل قدر ہیں۔ساحر کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔کئی رسائل کے مدیر اور کئی ادبی انجمنوں کے سر پرست بھی۔

ساحر نے اردو کی ہر پرانی اور نئی صنف سخن میں طبع آزمائی کی ہے اور اپنی قادر الکلامی اور زود گوئی کا ثبوت بہم پہنچایا ہے۔

سہ مصرعی شعری اصناف میں ماہیا اور ہائیکو سے آپ کی گہری وابستگی ان اصناف کو وزن و وقار عطا کرنے کی آئنہ دار ہے۔

''وادی کوکن'' ان کے ماہیوں کا مجموعہ ہے جو عوام و خواص میں مقبولیت حاصل کر چکا ہے۔

زیر طبع کتاب ''وادی کوکن کی سیر'' میں شامل سبھی مقالات و مضامین اور تاثرات ساحر شیوی کی اردو ماہیا نگاری کی روشنی میں لکھے گئے ہیں جن کے مرتب معروف شاعر، ادیب و نقاد ڈاکٹر فراز حامدی ہیں۔مجھے یقین ہے کہ اس کتاب کی اشاعت ماہیا جگت کے لیے نہایت کارآمد اور مفید ثابت ہوگی۔

ساحر شیوی ایک کامیاب ماہیا نگار ہیں اور موصوف اس مختصر سی بحر میں مواد و موضوع کو سمیٹنے کے تخلیقی ہنر سے بخوبی واقف ہیں۔

ساحر شیوی پر ویسے بھی بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔چونکہ ساحر شیوی ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں اور ملکی و غیر ملکی شعری اصناف پر خاصہ عبور رکھتے ہیں اور تواتر کے ساتھ ان کی کتابیں بھی بازار ادب کی زینت بنتی جا رہی ہیں لہٰذا ان پر ابھی بہت کچھ لکھنا باقی ہے۔

ڈھالنے کا ہنر ساحر شیوی صاحب کا اپنا تخلیقی ہنر ہے جو انہیں ماہیا نگاروں کی بھیڑ میں ایک منفرد اور نمایاں مقام عطا کرتا ہے۔

یوں تو وادی کوکن کے سبھی ماہیے ان کی فنی اور فکری بصیرتوں کی ترجمانی کرتے ہیں اور قارئین کے دل و دماغ کو آسودگی عطا کرتے ہیں لیکن مجھے ساحر شیوی صاحب کے درج ذیل ماہیے بہت پسند ہیں۔

ہم کیسے منائیں سوگ	یہ دان کرو مجھ پر	چلنے کا ارادہ ہے
اپنی غریبی کا	ظلم نہ ڈھانے کا	راہ محبت میں
دیکھیں گے تماشا لوگ	احسان کرو مجھ پر	گو دھوپ زیادہ ہے
☆	☆	☆
حق سب کا ادا کرنا	سولی پہ چڑھا ہے وہ	گو شہر میں دہشت ہے
لازم ہے ساحرؔ	بول کے سچ آخر	یہ بھی غنیمت ہے
اپنوں سے وفا کرنا	بے موت مرا ہے وہ	جان اپنی سلامت ہے

ڈاکٹر نشاط عزیز۔

ساحر شیوی صاحب ایک عظیم فنکار ہیں ان کی شعری اور نثری تخلیقات مختلف رسائل میں میری نظروں سے گزرتی رہی ہیں۔ میں نے انکے کچھ مجموعے بھی پڑھے ہیں جنہوں نے مجھے متاثر کیا ہے۔ ساحر شیوی صاحب کے ماہیوں کا مجموعہ "وادی کوکن" بھی میرے مطالعے میں رہا ہے۔ اس نئی صنف کو ساحر شیوی صاحب نے بڑی خوبصورتی سے برتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے مصرعوں میں بڑی بڑی باتیں شامل کرنا ساحر صاحب کی فنی صلاحیتوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان کے ماہیوں میں غنائیت بھی ہے اور سادگی بھی ہے۔ ماہیوں میں مستعمل سبھی الفاظ جانے پہچانے سے لگتے ہیں۔ ان کے ماہیوں کی سادگی ہی ساحر صاحب کا کمال فن ہے۔ ویسے بھی ساحر صاحب نے حمد، نعت، منقبت، غزل، نظم، ہائیکو، سین ریو وغیرہ اصناف پر خوب طبع آزمائی کی ہے اور انہیں نہ صرف رسائل میں چھپوایا ہے بلکہ ان اصناف سے متعلق ان کی کتابیں

ہوئی اور اس کی پذیرائی کا سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ مجموعے میں شامل ماہیے مختلف النوع موضوعات کی نشاندہی کرتے ہیں۔ ماہیوں کی زبان و بیان دونوں ہی بہت سادہ اور دل پذیر ہے جس کے سبب ان کے ماہیوں کا رنگ و آہنگ قاری اور سامع دونوں کو تر و تازگی اور آسودگی عطا کرتا ہے۔ بطور تمثیل مندرجہ ذیل ماہیوں میں ساحر شیوی:

جیون میں شرارے ہیں
پریت کی راہوں میں
طوفاں ہی کنارے ہیں

☆

چلنے کا ارادہ ہے
راہِ محبت میں
گو دھوپ زیادہ ہے

☆

اردو کی عنایت ہے
شہرِ سخن میں کچھ
ساحر کی بھی عزت ہے

☆

کانٹوں سے گزرتے ہیں
حوصلہ مند ساحر
ڈوبیں تو ابھرتے ہیں

☆

بے کیف سی شب آئی
درد بڑھا دے گی
بے نام سی تنہائی

☆

گو شہر میں وحشت ہے
یہ بھی غنیمت ہے
جان اپنی سلامت ہے

☆

جینا مری فطرت ہے
موت سے لڑنے کی
مجھ میں ابھی ہمت ہے

جگ سارا فنا ہوگا
بعد فنا ساحر
بس ایک خدا ہوگا

ہر کام کو اچھا کر
کرنے سے پہلے
انجام کو سوچا کر

سعید احمد خان

میرے برادر محترم جناب ڈاکٹر فراز حامدی کی زبانی ساحر شیوی، انور شیخ، حیدر قریشی، عاصی کاشمیری، مناظر عاشق ہرگانوی وغیرہ فکری وفنی صلاحیتوں کے بارے میں سنتا آیا ہوں ان سبھی حضرات کی مطبوعات کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ ساحر شیوی صاحب کی ادارت میں شائع ہونے والے رسائل میں ان کی ذہانت، ریاضت اور لگن کی جھلکیاں بھی نمایاں طور پر دیکھی ہیں۔ اور ان کے ماہیوں کا مجموعہ ''وادیٔ کوکن'' کو بھی شوق سے پڑھنے کی کوشش کی ہے۔ ساحر شیوی کی شاعری نے مجھے متاثر کیا اور ان کی نثر اور تنقید میں ان کے قلم کی رفتار اور جوہر دیکھے۔ یہ سبھی کچھ ساحر صاحب کی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ ساحر شیوی یقینی طور پر اردو ادب کے

ریو وغیرہ شامل ہیں۔ اردو شاعری کی قدیم و جدید اصناف پر لکھنا ہر شاعر کے بس کی بات نہیں۔

یہ اُس کی دین ہے، جسے پروردگار دے

ساحر شیوی نے مذہبی شاعری بھی کی ہے اور حمد و نعت پر ایک مجموعہ ''وسیلہ نجات'' اردو دنیا کو بطور تحفہ پیش کیا ہے۔ انہوں نے صنف ماہیا کو حمد و نعت کے موضوعات سے مرصع کیا ہے اور اسے پاکیزگی عطا کی ہے۔ حمد و نعتیہ موضوعات کو جس انداز سے انہوں نے ماہیوں میں برتا ہے وہ کسی زود گو اور ہر صنف پر قدرت کاملہ رکھنے والا شاعر ہی کر سکتا ہے۔ ''کوکن کی سیر'' ساحر شیوی کے ماہیوں کا مجموعہ ہے اس میں مختلف رنگوں کے ماہیے شامل ہیں جن میں حمد و نعت رنگ ماہیوں کی تعداد بھی خاصی ہے۔ چونکہ ساحر شیوی ایک راسخ العقیدہ مسلمان ہیں لہٰذا مذہبی ماہیوں میں ان کی شخصیت اور فن بڑی عقیدت مندی اور عاجزی و انکساری کے ساتھ اُٹھ کر سامنے آیا ہے۔ ان کے جن مذہبی ماہیوں نے میری سوچوں کو توانائی بخشی ہے اُن میں کچھ ذیل میں درج ملاحظہ ہوں۔

کیا خوب نوازا ہے
خاک کی چٹکی سے
انساں کو بنایا ہے

تم شاہِ مدینہ ہو
ظلِ خداوندی
وحدت کا خزینہ ہو

کیا کچھ نہ دیا تو نے
ذات بشر پر تو
احسان کیا تو نے

☆ ☆ ☆

سچے ہیں سخی وہ ہیں
طٰہٰ بھی نام ان کا
اللہ کے نبی وہ ہیں

تم سے تو نہیں ہے دور
دیکھ ذرا دل میں
اللہ کا روشن نور

عصیاں کا یہ مارا ہے
حشر میں ساحر کو
ان کا ہی سہارا ہے

☆ ☆ ☆

یہ ارض و سما تیرے
تو خالق مالک
ہم بندے خدا تیرے

جانا ہے مدینے میں
روضہ اقدس کی
ہے آرزو سینے میں

ہر شے کی خبر تجھ کو
لاکھ اندھیرا ہو
آتا ہے نظر تجھ کو

اردو ماہیا کی تاریخ میں ساحر شیوی کی خدمات بطور اضافہ ہیں۔

''وادیٔ کوکن کی سیر'' یقینی طور پر اپنی نوعیت کی ایک خوبصورت کتاب ہے، جو طباعت کے آخری مراحل سے گذر رہی ہے۔ اس کی اشاعت یقیناً شائقین ماہیا کے لیے ایک دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے جس کے لیے ڈاکٹر فراز حامدی اور ساحر شیوی مبارکباد کے مستحق ہیں۔

ڈاکٹر ولی چشتی

ساحر شیوی کا تخلیقی سفر کافی طویل ہے، ساتھ ہی موصوف مختلف الجہات شخصیت کے مالک ہیں۔ اردو شاعری میں مروج سبھی اصناف پر آپ کا قلم تیزی سے چلتا ہے۔ حمد و نعت، غزل، رباعی، قطع، ہائیکو، سین ریو پر مشتمل ان کے مجموعے شائع ہو کر عوام الناس سے خراج تحسین وصول کر چکے ہیں۔ اُردو ماہیا بھی ان کے اظہار میں شامل ہے اور اس صنف کے فروغ میں ساحر شیوی صاحب کی خدمات قابل قدر ہیں ان کے ماہیوں کا مجموعہ ''وادیٔ کوکن'' یقیناً خوبصورت ماہیوں کا مجموعہ ہے۔ ماہیا نگاری میں ساحر شیوی کی فکری جولانیاں سنور کر اور نکھر کر واضح ہوتی ہیں۔ ان کے ماہیوں میں تاثیر بھی ہے اور تڑپ بھی جو قاری اور سامع دونوں کو ذہنی آسودگی عطا کرتی ہیں۔ ساحر نے اپنے ماہیوں کی تخلیق سلسلے، مختلف النوع موضوعات اور مانوس لفظیات کا استعمال کیا ہے جس کے سبب ان کے ماہیوں میں انفرادیت پیدا ہوگئی ہے۔ ساحر صاحب کے ذیل میں درج ماہیوں نے راقم کو خاصہ لطف اندوز کیا ہے:

جیتا ہوں نہ مرتا ہوں
خوفزدہ سا ہوں
سائے سے بھی ڈرتا ہوں

☆

رس گھولتا رہتا ہوں
اپنے فسانے میں
سچ بولتا رہتا ہوں

☆

گھر بار مرا اردو
اردو ہی مری ماں
سنسار مرا اردو

☆

گو شہر میں دہشت ہے
ساحر یہ نہیں کم
جاں اپنی سلامت ہے

پت جھڑ میں بہار آئی
آپ کے آنے سے
روتی رہی شہنائی

انجام خدا جانے
عشق کی وادی میں
ہم دونوں ہی دیوانے

یوں تو وادیٔ کوکن میں شامل بیشتر ماہیوں میں دلکشی، دل آویزی اور تر و تازگی بدرجہ

سیمین خان

میرا تعلق انگریزی زبان و ادب سے ہے لیکن میری مادری زبان اردو ہے اور گھر کا ماحول شعری و ادبی ہے لہٰذا میرے شب و روز میں اردو زبان و ادب دخیل ہے۔ ساحر شیوی صاحب کو رسائل میں پڑھتی رہی ہوں۔ بزمِ شعر و ادب اور جے پور کی اولین پیش کش ''ادبی دنیا'' میں ان کی حمد و نعت سے بھی فیضیابی حاصل کر چکی ہوں اور ''ادبی دنیا'' میں ہی ان کی مطبوعات کی فہرست پر بھی نظر ڈال چکی ہوں۔ گذشتہ دنوں میرے محترم، مکرم جناب ڈاکٹر فراز حامدی کی جانب سے ارسال کردہ ساحر شیوی صاحب کے منتخب ماہیے بھی موصول ہوئے جن کا بغور جائزہ لیتا میں نے اس لیے ضروری سمجھا کہ ان پر مجھے اپنے تاثرات کا اظہار کرنا تھا۔ ''وادیٔ کوکن'' ساحر صاحب کے ماہیوں کا مجموعہ ہے جس کی اشاعت ۱۹۹۹ء میں ہوئی۔ اس کتاب پر لکھے گئے ۲۔۳ مضامین تو میں خود بھی رسائل میں پڑھ چکی ہوں یقینی طور پر اس سے کہیں زیادہ بھی اس کتاب سے متعلق لکھا گیا ہوگا۔ کیونکہ ان کے ماہیوں کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ ان کے ماہیوں کا اسلوب بہت سادہ صاف اور شفاف ہے، آئینے کی طرح لہٰذا پڑھنے والے کے سامنے ماہیا کا موضوع ایک منظر کی شکل میں کاغذ پر ابھر جاتا ہے، اور ساحر صاحب کا پیغام سنائی دینے لگتا ہے۔ اسی طرح دوسرا ماہیا پڑھنے کے بعد دوسرا منظر ابھر کر سامنے آتا ہے اور وہ بھی ایک میسیج دے کر آنکھوں سے اوجھل ہو جاتا ہے اور پھر تیسرا منظر ابھرتا ہے اور خلا میں گم ہو جاتا ہے۔ اور یہی سلسلہ ساحر صاحب کے ماہیوں کے مطالعے کے دوران جاری رہتا ہے۔ ان کے ماہیوں کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ آسان زبان میں مختلف موضوعات کو جانے پہچانے الفاظ میں پیش کیا گیا ہے۔ میں ساحر شیوی صاحب کو ''وادیٔ کوکن'' اور دیگر کتابوں کی اشاعت اور قبولیت، مقبولیت اور شہرت کے لیے مبارکباد پیش کرتی ہوں۔ مجھے ساحر شیوی صاحب کے مندرج ماہیوں نے خاصہ متاثر کیا ہے:

قابو تو بس اُس کا ہے
ذرے ذرے پر
جو سب کا وِدھاتا ہے

آغاز بھی کرتے ہو
کام سے پہلے ہی
انجام سے ڈرتے ہو

بخشش کی رداؤں میں
برق سی چمکی ہے
رحمت کی گھٹاؤں میں

کرنا ایک ہی جیسا نظر آتا ہے۔ بھلا تین مختصر سے مصرعوں میں اپنی بات کہہ دینا یقیناً دشوار کام ہے اور ساحر اس دشوار کام کو بڑی آسانی سے کر گزرتے ہیں۔ ان کے ماہیوں کی بندش چست ہے اور موضوعات جدا جدا ہیں جو ان کی فکری وفنی بصیرتوں کے آئینہ دار ہیں۔ بلاشبہ ساحر شیوی ایک اچھے ماہیا نگار ہیں اور ان کے ماہیے ماہیوں کی تاریخ میں بطور اضافہ ہیں۔

ڈاکٹر ارشد کمال

ساحر شیوی بحیثیت ماہیا نگار اردو دنیا میں مشہور ومعروف ہیں۔ ان کی ماہیا نگاری کے چرچے اردو کی بستیوں میں ہوتے رہتے ہیں۔ ان کی ماہیا نگاری سے متعلق مختلف مضامین میری نظروں سے گزرے ہیں اور مجھے "وادیٔ کوکن" کے مطالعہ کا بھی موقع ملا ہے۔ ان کے ماہیوں نے مجھے خاصہ متاثر کیا ہے۔ اس سہ مصرعی صنف پر ان کی اچھی پکڑ ہے، مانوس الفاظ کے استعمال سے ان کے ماہیوں کے رنگ وآہنگ میں تر وتازگی اور کشش پیدا ہوگئی ہے۔ ان کے ماہیے مختلف موضوعات کی نشاندہی کرتے ہیں اور ساحر صاحب کی قادر الکلامی کو ثابت کرتے ہیں۔ موصوف مختلف اصناف پر طبع آزمائی کر چکے ہیں اور ان اصناف پر مشتمل ان کے مجموعے شائع ہوکر اردو دنیا میں مقبول ہو چکے ہیں۔ ماہیا نگاری میں ان کا شعری کردار، احتیاط، یقین اور اعتماد کے ساتھ ماہیوں کی تخلیق میں مصروف نظر آتا ہے جس کے سبب انہیں ایک منفرد ماہیا نگار کہنا درست ہے۔

خوش نصیب ناظم

اردو دنیا کے فعال اور متحرک تخلیق کاروں میں ساحر شیوی کا نام سرفہرست نظر آتا ہے وہ ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں۔ اردو میں مروج شعری اصناف پر آپ نے طبع آزمائی کی ہے اور ہنوز یہ سلسلہ جاری وساری ہے۔ ساحر شیوی متعدد کتابوں کے مصنف اور موئف کی حیثیت سے اردو کی سبھی بستیوں میں ان کی پہچان قائم ہوچکی ہے۔ اردو صحافت میں بھی آپ کی خدمات نمایاں ہیں۔ وادیٔ کوکن ان کے ماہیوں کا مجموعہ ہے جس کی اشاعت اردو شاعری کی تاریخ میں یقیناً ایک اضافہ ہے۔ ان کے ماہیوں کی سادہ بیانی قابل ستائش ہے جو

شعر و ادب کے پرستاروں میں اضافہ کرتے رہے اور ۸۔۹ سالوں سے برطانیہ میں اردو کی خدمت میں مصروف ہیں۔ مختلف اصناف پر ان کے کئی مجموعے شائع ہو کر مقبول ہو چکے ہیں۔ ۱۹۹۹ء میں ان کے ماہیوں کا مجموعہ ''وادیٔ کوکن'' شائع ہوکر ماہیا کی تاریخ میں اضافہ کر چکا ہے۔ اس ڈھائی مصرعی صنف سے ان کی وابستگی گہری ہے۔ ان کے ماہیے اردو کے مزاج اور اس کی تہذیب کے آئینہ دار ہیں جس کے سبب اردو ماہیا نگاروں کی بھیڑ میں انہیں امتیازی حیثیت حاصل ہے۔

معین شاداب

ساحر شیوی کی ماہیا نگاری ان کے احساسات، مشاہدات، اور مطالعہ کی گہرائی کا منظر نامہ ہے۔ انہوں نے اپنے ماہیوں کو مختلف موضوعات سے سجایا ہے۔ اور ۱۹۹۹ء میں انہوں نے اپنے ماہیوں کا مجموعہ ''وادیٔ کوکن'' اردو دنیا کو پیش کر کے ایک نمایاں کارنامہ انجام دیا ہے۔ ان کے ماہیوں کی اردو دنیا میں پذیرائی ہوئی ہے اور خوب ہوئی ہے۔ ''وادیٔ کوکن'' پر کئی مضامین شائع ہوئے ہیں اور ناقدین ادب نے ان کی ماہیا نگاری کی مہک اور چمک دمک کو محسوس کیا ہے۔

مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ زیر طبع کتاب ''وادیٔ کوکن کی سیر'' میں وادی کوکن سے متعلق لکھے گئے مضامین اور تاثرات، اس کتاب کی اشاعت یقینی طور ر ساحر شیوی کی ماہیا نگاری کی اہمیت اور افادیت کو واضح کرے گی اور انہیں مزید سرفرازیاں عطا کرے گی۔

حکیم ظہور نظر صدیقی

اردو شاعری میں سہ مصرعی اصناف میں ''ماہیا'' کو امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ یوں تو عالمی سطح پر اس صنف کی تخلیق میں شعراء کی کثیر تعداد سرگرم عمل نظر آتی ہے اور اس کے ذخیرہ میں اضافہ ہو رہا ہے۔ تاہم جن شعرا نے اس پر خصوصی توجہ دی ہے اور اسے اردو تہذیب و ثقافت سے ہمکنار کیا ہے ان میں ساحر شیوی کا نام نمایاں حیثیت کا حامل ہے۔ جن کے ماہیوں کے مجموعے ''وادیٔ کوکن'' کی اشاعت نے اس صنف کی تاریخ میں گرانقدر اضافہ کیا ہے۔ ان

ور مقبولیت بھی۔ ان کے ماہیوں کے مطالعے کے بعد مجھ میں بھی ماہیے کہنے کا جذبہ پیدا ہوا۔ ماہیا ڈھائی یا پونے تین مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہے اور اس کی بحر بھی مختصر سی ہے، لیکن ساحر شیوی صاحب نے اپنی مشاقی سے اس مختصر بحر میں موضوعات کو کامیابی کے ساتھ سمیٹنے کی کوشش کی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ زیر طبع کتاب ''وادیٔ کوکن کی سیر'' ساحر شیوی کی ماہیا نگاری کو مختلف پہلوؤں سے اجاگر کرے گی۔ میری نیک خواہشات ساحر شیوی صاحب کے ساتھ ہیں۔

ڈاکٹر طالب دھولپوری

ساحر شیوی کی ادبی خدمات قابل قدر ہیں۔ ان کے کئی مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ جنہیں اردو والوں نے خاصہ پسند کیا ہے۔ ساحر شیوی اردو صحافت میں بھی ایک معتبر اور نمایاں نام ہے۔ اردو ماہیا نگاری سے انہیں گہرا لگاؤ ہے۔ ان کے ماہیوں کا مجموعہ ''وادیٔ کوکن'' شائع ہو چکا ہے جس پر کئی مضامین لکھے جا چکے ہیں اور دانشورانِ ادب نے ان کی ماہیا نگاری کو پسند کیا ہے، ساحر شیوی کئی سالوں سے لندن میں رہتے ہیں اور اردو زبان و ادب کے فروغ میں نمایاں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ بحیثیت ایک اردو ماہیا نگاران کا نام بلند مرتبہ کا حامل ہے۔ میں ان کے کامیاب شعری سفر اور صاف ستھری ماہیا نگاری کے لیے انہیں مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

چراغ جے پوری

ساحر شیوی کی سبھی اصناف سے متعلق مجموعے میرے مطالعے میں رہے ہیں اسی طرح ''وادیٔ کوکن'' سے بھی مجھے فیضیابی حاصل ہوئی ہے۔ ساحر صاحب بہت سوچ سمجھ کر شعر کہتے ہیں اور بہت اچھا کہتے ہیں۔ ان کا کلام اردو دنیا میں مشہور و معروف ہے۔ خصوصی طور پر ان کے ماہیوں نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے۔ چونکہ میں گراموفون ریکارڈز اور کیسٹس کمپنیوں سے جڑا ہوا ہوں ان میں میوزک انڈیا، ٹی سیریز، ایچ ایم وی، وینس اور ٹپس قابل ذکر ہیں اور تقریباً تین سو سے زائد حمد، نعت، غزل، گیت بھجن نغمہ بند ہو چکے ہیں لہٰذا ساحر شیوی کے کچھ منتخب ماہیے بھی نغمہ بند کرنے کا ارادہ ہے جس کی دھن معروف آل راؤنڈر گا یک اشفاق حسین

موف کی ماہیا نگاری پر لکھے گئے مضامین شامل اشاعت ہیں۔ ''وادیٔ کوکن'' میں شامل ان
ے ماہیوں کو ''الف تا ے'' میں نے پڑھا ہے ان میں چھپے تلخ و شیریں احساسات کو محسوس کیا
ے۔ ان کے متعدد ماہیے مجھے یاد ہیں اور موقعہ بہ موقع انہیں ادبی دوستوں کو سناتا بھی ہوں اور
ں گنگناتا بھی ہوں۔

اطمہ خوش نصیب

ساحر شیوی لندن میں رہ کر ''اردو'' اور ''ہندوستان'' سے متعلق ماہیے لکھتے ہیں انہیں
نگناتے ہیں اور گاتے رہتے ہیں۔ اردو سے محبت اور ہندوستان سے عقیدت کا اظہار انہیں
پنے ماہیوں کے وسیلے سے دوسروں تک پہنچانا اچھا لگتا ہے۔ ہندوستانی تہذیب سے وابستہ
ضوعات ان کے ماہیوں میں شامل ہیں اور ایسے ماہیوں کو وہ اپنی زندگی کا سرمایہ سمجھتے ہیں۔
رتوں کے کرب کس قدر تکلیف دہ ہوتے ہیں اس کا احساس ان کے ماہیوں کے مطالعہ سے بہ
سانی واضح ہوجاتا ہے۔ ساحر صاحب کے ماہیوں کا مجموعہ شائع ہو چکا ہے اور اسے ادبی دنیا
ں خاصی مقبولیت حاصل ہے۔ ان کے ماہیوں کی توصیف میں اَنگنت صفحات لکھے جا چکے ہیں
ختلف رسائل اور کتابوں میں محفوظ ہیں۔

زیرِ طبع کتاب ''وادیٔ کوکن کی سیر'' ساحر شیوی کی ماہیا نگاری اور ماہیا نوازی کو مزید
ویت عطا کرے گی اور انہیں بحیثیت اردو ماہیا نگار اعلیٰ مرتبہ اور بلند مقام عطا کرے گی اور
ں اعلیٰ مرتبے اور بلند مقام کے ساحر شیوی حقدار بھی ہیں۔

اکٹر سیما پروین

ساحر شیوی ادبی دنیا کا ایک نمایاں اور معتبر نام ہے جنہوں نے سبھی اصناف سخن میں
پنے قلم کے جوہر دکھائے ہیں۔ حمد، نعت، منقبت، غزل، نظم پر مشتمل ان کی کتابیں شائع ہو کر
ولیت حاصل کر چکی ہیں۔

''وادیٔ کوکن'' ان کے ماہیوں کا مجموعہ ہے یہ کتاب میرے مطالعے میں رہی ہے
کہ گیت سنگیت میری روزمرہ میں شامل ہیں اس لیے ان کے کچھ ماہیوں کو میں نے نغمہ بند بھی